اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْراً

مجموعۂ قصائد مومن

۳۸

مرتبہ

ضیاء احمد (ایم اے) بدایونی

جس میں ہندوستان کے مشہور نازک خیال حکیم مومن خاں مومن دہلوی کے اردو قصائد تصحیح اور اضافہ مقدمہ و حواشی کے ساتھ درج ہیں

باہتمام اسحٰق علی علوی مالک و پرنٹر

الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا

سنہ ۱۹۲۵ء

فہرست مضامین

انتساب

لائق نہ بود قطرہ بہ عمّاں بردن　　خار و خسِ صحرا بہ گلستاں بردن
امّا چہ کنم کہ رسمِ مورے باشد　　پائے ملخے پیشِ سلیماں بردن

میں بغایت خلوص و ارادت اور بکمال افتخار و مباہات کے ساتھ اپنی اس سبک مایہ ادبی خدمت کو مخدوم ملت فخر قوم عالیجناب آنریبل جسٹس ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان ایم اے ایل ایل ڈی کے نام نامی سے (جن کی ذات گرامی مغربی تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کرنے اور اپنے عالیقدر منصب کی اہم ذمہ داریاں رکھنے کے باوجود مشرقی روایات کی حامل اور قومی خدمات کی کفیل ہے) اُس ذوق صحیح اور شغف عظیم کی بنا پر جو جناب ممدوح کو ایشیائی شاعری اور اُردو ادب کے ساتھ ہے باجازت خاص معنون کرنے کی مسرت حاصل کرتا اور اپنے لیے سرمایۂ نازش بہم پہنچاتا ہوں۔

نیاز کیش صفیؔ

اعتذار

عجز السان کے لیے منقصت ہے اور اعتراف عجز فضیلت۔ مجھے نہایت صفائی کے ساتھ اقرار کرنا چاہیے کہ صحت کے بلند آہنگ دعووں اور پیہم کوششوں کے باوجود یہ کتاب بھی سہو کتابت سے خالی نہ رہی۔ قارئین کرام معذرت قبول فرمائیں اور تصحیح کرلیں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
الف	۱۰	زبان	زمان
ب	۶	بدر	بدّو
"	۱۴	بدایوانی	بدایونی
ہ	۳	سنہ ۱۹۲۲ء	سنہ ۱۹۲۴ء
و	۲	سنہ ۱۲۶۹ء	سنہ ۱۲۶۹ھ
ز	۱	انگریز	انگریزی
ک	۷	پیچیدگی ساتھ	پیچیدگی کے ساتھ
م	۱۰	خوف و تردید	خوفِ تردید
ص	۴	لو	تو
ہ	۹	عالم	عام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ق	۱۷	زبان	زیان
ر	۱۰	خط کو	خط کی
ض	۲	عمان ہم	عمان ہم
ظ	۴	کون زحل سے	اون زحل سے
غ	۹	گل تری	گل طری
۱۸	۲	چشم بصر	چشم بشر
۲۵	۴	معجر	خاور
"	۵	خاور	معجر
۲۶	۷	(کیوان)	زحل (کیوان)
۲۸	۷	چارہ فرمائیے	چارہ فرمایئے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	۱	سائل	ساحل
؍؍	۱۱	طمعہ	طعمہ
۴۲	۱۰	وز	ہو شہ
۴۵	۵	اسفل	سافل
۵۱	۱	قضاے	فضاے
۶۲	۹	مہمان	تیغ کے مہمان
۶۷	۹	قصہ	قصد
؍؍	۱۰	اُچک	آچک
۷۱	۱۰	مقدر کہتے ہیں	تقدیر کہتے ہیں
؍؍	۱۲	ٹھہرنا	ٹھہرا
۷۷	۱۲	شبستان	شبستانی
۸۱	۱۲	مارگردن	بارگردن
۸۲	۱۲	اور	ادھر
۸۳	۱۱	دامن گل	دامن
؍؍	۱۲	نجومی	نجوم
۸۴	۳	سجدی	سجدہ
۸۹	۵	روزِ محشری	روز محشری ([illegible])
؍؍	۷	زاقِ شکری	مذاق شکری ([illegible])
۹۰	۶	گھر	گر
؍؍	۷	پاس	یاس
۹۳	۱۰	اسی	اسکی
۹۴	۹	حکومت	بحاصل حکومت
؍؍	۱۳	اضافہ کرنا	اضافہ نہ کرنا
۹۵	۶	امتیاز	امتزاج
؍؍	۱۰	حلق	خلق
۱۰۰	۳	جبرئی	حیرتی

قولِ شارح

انسان نے جب عالم شعور میں پہلے پہل آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو تمامتر جذبات کی حکومت میں پایا۔ یہی وجہ ہے کہ جس چیز کو اُس نے جلال یا جمال کا مظہر سمجھا اُسی کو معبود قرار دے لیا۔ انھیں واردات قلبی کی تصویر کا نام شعر ہے اَلشِّعْرُ مَا تَنْبَسِطُ بِهِ النَّفْسُ اَوْ تَنْقَبِضُ۔ یہ تعریف (اور کسی جامع و مانع تعریف کے مبحث کا یہ موقع بھی نہیں) نسبتہً محدود سہی لیکن کم از کم ایشیائی شاعری کے بڑے حصہ پر ضرور صادق آتی ہے۔

اب ان واردات و جذبات میں جذبۂ محبت کو لیجیے جو تمام جذبات میں قوی تر اور جسکی حکومت سب سے زیادہ عالمگیر ہے۔ دنیا نے ہزاروں پلٹے کھائے اور کھائیگی۔ زمانہ نے لاکھوں کروٹیں بدلیں اور بدلے گا۔ لیکن عشق کے جذبے اور حسن کے جلوے نہ بدلے اور نہ بدلیں گے نہ یہ زبان سے مخصوص ہیں نہ مکان سے۔ نہ کسی فرد پر منحصر ہیں نہ قوم پر۔ اسی داعیۂ قلبی اور جاذبۂ فطری کے بیساختہ اُبل پڑنے کو میں حقیقی تغزل سے تعبیر کرونگا۔ اور یہی سبب ہے کہ جو باکمال اس مصوری میں پورا اترتا ہے وہی جذبات انسانی کا صحیح نبض شناس سمجھا جاتا ہے۔

تغزل کے خیالات اور سوز و گداز کے مضامین میں اردو شاعری میر کے بعد جسقدر مومن کی طرفہ کاری طبیعت اور دور رس تخیل کی رہین منت ہے کسی دوسرے کی نہیں۔ لیکن افسوس کہ مومن کے پیچیدہ اسلوب بیان اور اُس پر مستزاد مطبعوں کی تصحیف و تحریف نے اس باکمال کے کلام مطبوع کو اس قابل نہیں رکھا کہ عام فہم کہا جا سکے۔

خاکسار کو فطرۃً بعد شعور سے بچپن سے ذوق اور دیوانوں کا شوق رہا۔ علاوہ بریں خاندان کے علمی مشاغل نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اور شروع سے یہ چرچے کانوں میں پڑے۔ یہی وجہ ہوئی کہ طالبعلمی ہی کے زمانہ میں اردو۔ فارسی۔ عربی کے اساتذہ کے دیوان مطالعہ میں رہنے لگے اُسی دوران میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دیوان مومن کو اس طریقہ سے ایڈیٹ کیا جائے کہ دیوان کامل تصحیح و تشریح کے ساتھ علم دوست پبلک کے ہاتھوں میں پہونچے۔ مگر اُس زمانہ میں چند در چند ایسے موانع پیش آئے کہ یہ خیال قوۃ سے فعل میں نہ آسکا۔ اس مرتبہ میرے لائق دوست اور عزیز قاضی حضور الرحمن صاحب مختار بدایونی نے مجھے مشورہ دیا کہ مومن کے ہمسر اور ہمعصر اساتذہ (غالب اور ذوق) کے ساتھ تو ملک کے ذی علم طبقہ نے بیجا طور پر کافی اعتنا کیا ہے۔ چنانچہ بازار کے معمولی نسخہ کے علاوہ اُستاد ذوق کا کلام اُنکے فاضل شاگرد شمس العلماء مولوی محمد حسین

آزاد نے اس اہتمام و صحت کے ساتھ چھاپا ہے کہ لائق دیدنی ہے۔
اور قابل داد بھی۔ یہی مرزا غالب سو اُنکے دیوان سے نئی تعلیم یافتہ
جماعت جسقدر مانوس ہے اُسکا ثبوت یہ ہے کہ برلن اور بھوپال وغیرہ
سے قطع نظر کر کے صرف ہمارے بداون سے اسوقت تک چار دیدہ
زیب اڈیشن تصحیح و تشریح کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ مگر مومن
کی طرف اسوقت تک کسی نے توجہ نہیں کی۔ مناسب ہے کہ صحت و
صفائی کے اہتمام کے ساتھ ضروری فٹ نوٹ بڑھا کر کلام مومن کا
صحیح نسخہ شائع کیا جائے۔ آن کو یہ مشورہ دراصل میرے دوست یار
دیرینہ [illegible] کا [illegible] تھا۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ حتی الوسع اس کام کو فوراً
شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ اس غرض سے کلیات مذکور کے مطبوعہ
قلمی اور مطبوعوں کے آٹھ دس پرانے نسخے فراہم کئے گئے اور اسی
سلسلہ میں بعض مقامات کا سفر بھی اختیار کیا گیا لیکن مجھے افسوس
کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمام نسخے آپس میں مختلف نکلے گو غلط ہونے
میں سب یکساں تھے۔ بہر حال اپنے امکان بھر مقابلہ کر کے صحت کی گئی
اور مشکل اشعار کے ذیل میں ضروری نوٹ اضافہ کر دئے گئے۔ اور جہاں
باوجود مقابلہ اور سعی کے شعر صاف نہ ہو سکا وہاں ذاتی اجتہاد سے کام لیا
اَلمُجتَہِدُ قَد یُخطِی وَ یُصیبُ پھر بھی وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے

کہ مشہور و متداول مطبوعہ نسخوں سے اس اڈیشن کو صحیح تر پائیے گا۔
کسی نے سچ کہا کہ مَنْ صَنَّفَ فَقَدِ اسْتَهْدَفَ اس بنا پر اگر کسی سمت سے تعریض و اعتراض کی آواز بلند ہو تو خلافِ توقع نہیں کہی جا سکتی۔ البتہ قارئین کرام سے یہ استدعا ہے کہ اگر کوئی غلطی پائیں (کیونکہ مجھے معصوم ہونے کا ادعا نہیں) تو دامنِ عفو سے چھپانے کے بجائے براہ کرم دوستانہ طور پر مجھے اطلاع بخشیں تاکہ طبع ثانی میں تصحیح کردی جائے
رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ هَدَانِيْ اِلَى عُيُوْبِيْ۔

آخر میں مجھے سچائی اور شکرگذاری کے ساتھ اعتراف کرنا چاہیے کہ اگر قاضی حضور الرحمن صاحب کی سعی اور جانفشانی میری شریکِ کار نہ ہوتی تو مجھے اپنی اس دیرینہ آرزو کے بروئے کار لانے کا ہرگز موقع نہ ملتا یہ کتاب دراصل میری مساعی سے زیادہ انکی مستقل مزاجی کی مرہونِ احسان ہے۔ اسی کے ساتھ مجھے اپنے چند ذی علم اور محترم بزرگوں اور دوستوں کا بھی منت پذیر ہونا لازم ہے جنھوں نے وقتاً فوقتاً اپنے قیمتی مشوروں سے مجھے امداد دی۔ ان حضرات میں مولانا سید عنایت احمد صاحب حیرت، مولوی یعقوب بخش صاحب راغب، قاضی غلام سجاد صاحب نبیل کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اسوقت صرف قصائد مومن کی قسط شائع کی جارہی ہے۔ اگر وقت نے

مساعدت کی تو غزلیات کا حصہ بھی (جو مقابلتہً زیادہ سلیس اور دلکش ہے) معزز پبلک کی خدمت میں انشاء اللہ العزیز جلد پیش کیا جائے گا۔

یکم اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء

ضیاء احمد ایم اے بدایونی
ریسرچ سکالر الہ آباد یونیورسٹی

سوانح حکیم مومن خان دہلوی

۱۲۱۵ھ — ۱۲۶۸ء

نام و تخلص و ولادت: جب یہ پیدا ہوئے تو انکے والد حضرت
شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کمال عقیدت رکھتے تھے شاہ صاحب کو اسکے
گھر لے گئے انھوں نے ان کے کان میں اذان دی اور مومن خان نام رکھا۔ گھر والوں نے
حبیب اللہ نام رکھنا چاہا لیکن شاہ صاحب ہی کے نام سے نام پایا
اسی اعتبار سے تخلص مومن رکھا۔ ان کی ولادت ۱۲۱۵ھ مطابق
۱۸۰۰ء میں ہوئی۔

خاندان: ان کے والد حکیم غلام نبی خان ولد حکیم نامدار خان شہر کے
شرفا میں سے تھے۔ ان کی اصل نجیب الطرفین تھی۔ حکیم نامدار خان اور حکیم
کامدار خان یہ دو بھائی سلطنت مغلیہ کے آخر دور میں شاہی طبیبوں میں
داخل ہو گئے دلی آ کے چاندنی چوک میں مقیم ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریزی
حکومت کا چراغ جل رہا تھا۔ مگر پھر بھی بڑوں کی بڑی باتیں۔ چنانچہ شاہ عالم
کے زمانہ میں پرگنہ نارنول میں جاگیر عطا ہوئی۔ لیکن آخر میں نواب فیض طلب
خان نے ان کی جاگیر ضبط کر کے ہزار روپیہ سالانہ پنشن ورثہ حکیم نامدار خان کے
نام مقرر کر دی۔ اور اس میں سے حکیم مومن خان نے بھی اپنا حصہ پایا۔

اسکے علاوہ کچھ پنشن سرکار انگریزی سے بھی ملتی تھی۔

تعلیم۔ بچپن کی تعلیم کے بعد شاہ عبدالقادرؒ دہلوی سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے رہے۔ حافظہ اور ذہن خداداد تھا۔ اکثر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتے اور بعد وعظ تمام مطالب و نکات ازبر سنا دیتے۔ جب عربی میں استعداد ہو گئی تو والد اور چچا حکیم غلام حیدر خان اور غلام حسن خان سے طب کی کتابیں پڑھیں اور ان کے مطب میں نسخہ نویسی کرتے رہے۔ نجوم اہل کمال سے حاصل کیا اور اسمیں مہارت بہم پہنچائی۔ ایک شعر میں اپنی نجوم دانی کو عجیب اسلوب سے ظاہر کرتے ہیں۔ ان نصیبوں پر کیا اختر شناس + آسمان بھی ہے ستم ایجاد کیا +

شاعری۔ انہیں شعر و سخن سے طبعی مناسبت تھی۔ اور عاشق مزاجی نے اُسے اور بھی چمکا دیا تھا۔ ابتدا میں شاہ نصیر مرحوم کو اپنا کلام دکھایا۔ مگر پھر اصلاح لینی چھوڑ دی۔ اُن کے شاگردوں میں نواب مصطفٰی خان شیفتہ نواب اکبر خان۔ میر حسین تسکین۔ سید غلام علی وحشت۔ نواب اصغر علی خان نسیم تھے۔ غزل نہایت درد ناک آواز سے پڑھتے تھے۔ مومن اردو کے باکمال اُستاد ہونے کے علاوہ فارسی نظم و نثر پر بھی یکساں قدرت رکھتے تھے۔

علمی اور دیگر مشاغل۔ شطرنج سے انکو کمال مناسبت تھی اور شہر کے بڑے شاطروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ تاریخ گوئی میں انکو خاص ملکہ تھا

تعمیہ و تخرجہ تاریخ میں معیوب ہے مگر ان کی طبع رسا نے محاسن تاریخ میں داخل کر دیا۔ معمّا اور چیستان بھی خوب لکھتے تھے۔ نجوم میں کامل مہارت پیدا کر لی تھی۔ چنانچہ اُن کے احکام سے دوسرے منجم حیران رہ جاتے تھے۔

اخلاق و عادات۔ وضع و انداز۔ رنگین طبع۔ رنگین مزاج۔ خوش وضع۔ خوش لباس۔ کشیدہ قامت۔ سبزہ رنگ۔ سر پر لمبے لمبے گھونگر والے بال تھے۔ ململ کا انگرکھا۔ ڈھیلے ڈھیلے پائنچے پہنتے تھے۔ اسقدر غیور تھے کہ کسی کا احسان لینا گوارا نہ کرتے تھے۔ اُنھوں نے ارباب دنیا کی تعریف میں کچھ نہیں کہا۔ ہاں راجہ اجیت سنگھ برادر راجہ کرم سنگھ رئیس پٹیالہ (مقیم دہلی) کی تعریف میں ضرور ایک قصیدہ لکھا جنھوں نے اُنکو خود بلایا تھا۔ اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا تھا۔

دوسرا قصیدہ نواب وزیر الدولہ کی شان میں (جن سے مومن کو روحانی نسبت بھی تھی) تحریر کیا اور حاضری دربار سے معذرت ظاہر کی۔ اُنکو اساتذۂ سلف کی تعریف کرنا اور سُننا پسند نہ تھا۔ طبیعت میں نازک خیالی کے ساتھ نازک مزاجی غالب تھی۔

معاش۔ اُنھوں نے شاعری کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کرنا پسند نہیں کیا اسی طرح نجوم و رمل و طبابت کو بھی ذریعۂ معاش نہیں بنایا۔ انکو جو کچھ

دلی مین میسر تھا اُسی پر قناعت کی۔ اگرچہ چار پانچ مرتبہ دلی سے باہر نکلے اور بدایون۔ سہسوان۔ اور رامپور وغیرہ گئے۔

مذہب۔ سید احمد صاحب رائے بریلوی کے مرید تھے۔ جو مولوی اسمٰعیل دہلوی کے پیر تھے۔ حکیم مومن خان آخر وقت تک انھین کے عقائد کے قائل رہے

وفات۔ مدفن۔ اور اوائل سنہ ۱۲۶۸ھ مین کوٹھے سے گر کر ۵ مہینے کے بعد انتقال کر گئے جیسا کہ خود حکم لگایا تھا۔ ۵۲ سال کی عمر پائی۔ گرنے کی تاریخ خود کہی تھی۔ دست و بازو بشکست۔ دلی دروازہ کے باہر مہندیون کے جانب غرب زیر دیوار احاطہ مدفون ہوئے اور احمد نصیر خاں ایک فرزند چھوڑ گئے۔

کلام پر رائے[1]

جس طرح مومن کی لائف مین ہم بعض نمایان خصائص دیکھتے ہین۔ اُسیطرح اُنکے کلام مین بھی چند ممتاز خصوصیات نظر آتی ہین۔ مومن سے پہلے جسقدر شعرا گذرے ہین قصیدہ مین (باستثناے سودا) مومن کا کوئی ہمسر نہین۔ اگرچہ پختگی اور روانی مین قصائد ذوق کا درجہ کہین ارفع ہے

[1] اس حصہ مین اصناف سخن پر عام تبصرہ ہے جسمین عموماً کلام مومن کے وہ محاسن ہین۔ جو دوسرے اساتذہ کے کلام مین بھی پائے جاتے ہین۔ گو انکے یہان زیادہ نمایان ہین۔ اُنکی خصوصیات شاعری آگے آتی ہین۔ مولف

تاہم زور[۲] اور ندرت مین مومن کا جواب نہین ہوسکتا۔ اُنکی تشبیب[۳] عموماً نادر اور انوکھی ہوتی ہے۔ اور اُسکے ساتھ ہی ہر قصیدہ مین تعلّی[۴] اور شکایت زمانہ کہ سنت الشعرا ہے اس شکوہ اور زور کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ عرفی کا دھوکا ہوتا ہے تخلیص[۵] یا گریز البتہ نسبتہً کمزور ہوتا ہے

۵۲ زور اور ندرت وغیرہ اصلاً وجدانی امور ہین جنکا فیصلہ ہر شخص بذات خود کرسکتا ہے۔ تاہم ایک حد تک آنے والی مثالون سے یہ مفہوم واضح ہوسکتا ہے۔

۵۳ تشبیب مین شعرائے سلف بالعموم بہاریہ مضامین یا مناظرے وغیرہ سے ابتدا کرتے تھے۔ مومن خان نے تشبیب کو اُسکے حقیقی معنی مین منحصر کردیا گویا اُنکی تشبیب مین سرتاپا تغزل کی شان نظر آتی ہے۔ مثال کیلئے قصیدۂ سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ہفتم ملاحظہ ہون ۱۲

۵۴ تعلّی اور شکایت زمانہ کی مثالون کے لیئے اُنکے قصیدے دیکھو بجز ایک آدھ قصیدے کے کوئی اس رنگ سے خالی نہین۔

۵۵ اس مین اگرچہ ایک گونہ تنقیص کا پہلو نکلتا ہے لیکن ناقد کا فرض ہے کہ بے کم و بیش تمام حسن و قبح ظاہر کردے۔ بلاشبہ مومن کے بعض گریز ایسے ہین جن سے تکلف و تصنع ٹپکتا ہے اور یہ نہین معلوم ہوتا کہ بات مین بات نکل آئی ہے۔ قصیدہ سوم۔ پنجم۔ ہفتم ملاحظہ ہون۔

کلام میں عقیدت[۹۶] کی جھلک اکثر نظر آتی ہے اور اُسی کے ساتھ کہیں
کہیں مذہبی تعریض بھی کر جاتے ہیں۔ قصائد میں الٰہی[۹۷] مضامین بکثرت
لاتے ہیں اور چونکہ نحو و نجوم و رمل و طب میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اس لئے
مخصوص مصطلحات سے کلام کا اغلاق بڑھا دیتے ہیں کہیں کہیں تلمیحات[۹۸]
اور آیات و احادیث کی طرف بھی اشارات کرتے ہیں اور عربی جملوں کو
تو اس خوبی سے تضمین کر جاتے ہیں کہ انگوٹھی میں نگینہ کا گمان ہوتا ہے
کلام میں خیالات کی پیچیدگی ساتھ کہیں کہیں بندشوں کی سستی[۹۹] اور

---

۹۶ نعت و منقبت میں ایسی والہانہ اور بیخودانہ محبت و عقیدت ظاہر ہوتی ہو کہ اُنکے مذہبی تقشف و تشدد کو دیکھتے ہوے استعجاب ہوتا ہے قصیدوں کے علاوہ چند مثنویاں بھی اسی جوش سے لبریز ہیں۔ البتہ بعض قصائد و رباعیات میں مذہبی نوک جھوک جسکے وہ مرتکب ہوتے ہیں انکی شایان شان نہیں معلوم ہوتی

۹۷ حکمت۔ طب اور نجوم کی اصطلاحات قصیدہ نعت کے آخر میں دیکھو۔ یہاں اشعار نجوم مطالع الانظار ذکر کرو

۹۸ تلمیحات و اشارات انکے یہاں بکثرت ہیں۔ مثال کے لئے دیکھو یوسف۔ دقیانوس وغیرہ اسیطرح منقبت میں انی الفضل۔ باب علم وغیرہ اور لاتحسب۔ ولاتہنوا عربی جملوں کی تضمین انکی قادر الکلامی کی روشن دلیل ہے۔ مثلاً الحمد لواہب العطایا یا اکشف سحابک العطایا وغیر ذالک ۱۲

۹۹ نہایت سچائی کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مومن باوجود باکمال استاد ہونیکے بعض مواقع پر بندشوں کی سستی کی پروا نہیں کرتے۔ یہی سبب ہے کہ لفظی و معنوی تعقید جمع ہو کر شعر معما بنجاتا ہے مثلاً۔ ہے کفر و بدعت ایک نہیں یا رہے زنار مومن اپنے کیونکر ہمیں کی یاد۔ یا غم خانہ تنگ تاریک ہم سیاہ روز جلتے ہیں یعنی جا ہے اشکوں بہر چراغ ۱۲

نادرستی ضرور تعقید پیدا کردیتی ہے۔ تاہم عام طور سے نئی ترکیبون مین انکا مجتہدانہ اختراع اردو کی توسیع کی طرف ایک مبارک قدم کہا جا سکتا ہے

غزلون مین مضامین نہایت بلند اور خیالات بہت نازک ہین۔ عشق و رشک وصل و ہجر کے مضمون مومن کا حصّہ ہین۔ فلسفہ لہ اور اخلاق اُنکے یہان الشاذ کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے۔

ندرت اسلوب قصائد و غزلیات مین قدم قدم پر دلکو کھینچتی ہے۔ اور اُسی کے ساتھ بعض موقعون پر زبان لہ کی چاشنی اور محاورات کی صفائی نہایت بامزہ اور دلکش معلوم ہوتی ہے

لہ فلسفہ و تصوف درحقیقت حکیم صاحب کا رنگ نہین اور وہ اُسکے مرد میدان ہرگز نہین کہے جا سکتے۔ ڈھونڈھے سے کلیات مین شاید دو تین شعر اس طرز مین نکل آئین وہ بھی بادل ناخواستہ قافیہ پیمائی کی خاطر کہے تو ہین لیکن جیسے کوئی زبان تھام لیتا ہے مثلاً
صحبت سیاہ اے منعم آخر ملاے خاک مین ٭ کچھ ملک سند لو یا سرزمین شام لو۔

لہ محاورات کی صفائی جہان جہان مومن نے برتی ہے شعر مین ایک خاص لطف پیدا کردیا ہے مثلاً اس مین مین عدو بھرتے ہین سبو بھر کے ہین۔ یا کیا نکل آیا۔ جھگڑا نکل آیا غزلون کی غزلین زبان کے لحاظ سے لاجواب ہین۔ اُنکا ایک مطلع ہے۔ چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منھ ٭ اے شب ہجر تیرا کالا منھ ٭ اسی سلسلہ مین خاقانی ہند استاد ذوق (خدا اُنکی روح سے شرمندہ نہ کرے) کا مطلع پڑھو اور سلاست زبان اور سلاست روش کا موازنہ کرو۔ تم سی ملکہ نہ غرفہ سے نکالا منھ کرو ٭ اور نہین گر مانتے تو جاؤ کالا منھ کرو ۱۲

صنائع[۵۵] بقول علامہ شبلی شاعری کے دامن پر بدنما داغ ہیں مگر کیا کیا جائے
کہ مومن بھی اس بدعت سے نہ بچ سکے۔

مثنویاں کیا بلحاظ زبان اور کیا باعتبار اسلوب ادا اردو کی بہترین مثنویوں کے ساتھ برابر کے درجہ میں رکھی جا سکتی ہیں۔ اور چونکہ جگ بیتی نہیں بلکہ آپ بیتی ہیں اس لیے خاص درد اور اثر رکھتی ہیں۔ بعض مذہبی رنگ میں لکھی گئی ہیں اور بے شبہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوش اعتقاد کا ایک دریا ہے کہ امڈا چلا آتا ہے مثنوی میں عشق و محبت کے معاملات کے علاوہ مناجات۔ حمد۔ نعت۔ رجز کے مضامین کو اس ذوق و شوق کے ساتھ لکھتے ہیں کہ قادر الکلامی انکا کلمہ پڑھتی ہے۔

اسی طرح انکے واسوخت اور مراثی بھی درد و جوش کا بہترین مرقع ہیں۔ خصوصاً واسوخت کے متعلق یہ بلاخوف و تردید کہا جا سکتا ہے کہ واسوخت کا حقیقی مفہوم مومن سے بہتر تو درکنار مومن کے برابر بھی اردو شاعری مدتوں تک پیش نہیں

[۵۵] صنائع (وہ بھی تکلف کے ساتھ) ایک زمانہ میں سکۂ رائج کی طرح ٹکسالی سمجھی جاتی تھیں لیکن اب ارباب ذوق صحیح ان باتوں کو معیوب جانتے ہیں مومن کے کلام میں بھی دوسرے استادوں کی طرح مراعات النظیر بیشتر اور ایہام وغیرہ کمتر پایا جاتا ہے۔ ہمنے مثالوں سے قارئین کرام کے مذاق سلیم کو مجروح کرنا پسند نہیں کیا۔ اس بارہ میں غور کرنے سے یہ قول فیصل معلوم ہوتا ہے کہ رعایت اگر بے ساختہ ہو تو معیوب نہیں بلکہ محمود رہا رعایت کی نوعیت کا فیصلہ یہ ذوق صحیح کے ذمہ ہے ۱۲

کرسکے گی۔ علاوہ بریں کچھ قطعات رباعیات مسمطات وغیرہ ہیں جو اپنے رنگ میں نمایاں درجہ رکھتے ہیں غرض یہ کہ کوئی صنف شعر ایسی نہیں ہے جس میں مومن خان نے طبع آزمائی نہ کی ہو اور داد سخنوری نہ دی ہو۔

اب ہم علیحدہ علیحدہ اُنکے کلام کی چند خصوصیات لکھتے ہیں جن سے اُن میں اور دیگر اساتذہ فن میں امتیاز کیا جا سکے۔

خصوصیات کلام

(۱) واردات عشق و مضامین تغزل میں مومن کا پایہ بہت بلند ہے۔ سوز و گداز اُن کا مایہ امتیاز ہے۔ اور معاملات عاشقانہ میں اُنکا انداز جرأت سے ملتا ہوا ہے۔ تغزل کا طرز (جسکا بہترین مرقع فارسی میں دیوان نظیری ہے) اپنے اصلی معنوں میں انکے یہاں اسقدر غالب ہے کہ غزل و مثنوی تو بجائے خود قصیدہ میں بھی اُسکی جھلک قدم قدم پر نظر آتی ہے۔ ہم یہاں زیادہ تر غزلیات سے انتخاب کرینگے۔ مثال کے طور پر اشعار ذیل ملاحظہ ہوں

کیونکر امید وفا سے ہو تسلی دل کو　　فکر ہے یہ کہ وہ وعدہ سے پشیمان ہوگا

معشوق کی وفا سے مایوس ہیں مگر اُسکو اس طریقہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے وفا کا خیال تو درکنار۔ محبوب کی پشیمانی کی فکر ہے۔ کیونکہ اُنکا وعدہ وفا ہونے سے رہا۔ لہذا پشیمانی ظاہر

اسی مضمون کو مرزا غالب نے دوسرے پیرایہ میں ذرا صراحت سے
بیان کیا ہے فرماتے ہیں

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا　　کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

اسی ضمن میں مومن کے اشعار ذیل پڑھو۔ دیکھو ایک شعر میں عشق
کی ایذا پسندی کس خوبی سے ادا کی ہے

نہ بجلی جلوہ فرما ہے نہ صیاد　　کریں ہم کیا نکل کر آشیاں سے
خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی　　خبر ہے لاش پہ اُس بیوفا کے آنے کی

ایک شعر میں ایک نیچرل روداد قلبی کو اس سہل ممتنع طریقہ سے ادا کر گئے
ہیں کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ مشہور ہے کہ مرزا غالب باایں ہمہ نازک مزاجی
مومن کے اس شعر پر دیر تک وجد کرتے رہے وہو ہذا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا　　جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

معاملہ بندی جسے ایرانی شعرا وقوعہ گوئی سے تعبیر کرتے ہیں مومن کے
عاشقانہ مزاج کے لیے طبیعت ثانیہ بن گئی ہے نمونہ کے طور پر اشعار
اشعار ذیل کافی ہیں

شب وصل آپکا عذر نزاکت　　بجا ہے پر نہ مجھ سے نیمجاں سے
لے شب وصل غیر بھی کاٹی　　تو مجھے آزمائیگا کب تک
بے روئے مثل ابر نہ نکلا غبار دل　　کہتے تھے اُنکو برق تبسم ہنسی سے ہم

حبیب ورستہ لائی لطف و کرم ہوں ناصح کی دوستی بھی عداوت سے کم نہیں

یعنی حبیب اگر بیاں ثابت ہوتا تو کون تعجب کرتا [illegible] اسی طرح

اشعار ذیل پڑھو

کس دن تھی اُسکے ذہن میں جینے کی آرزو [illegible]

مارا گیا کرشمے ابھی سے [illegible]

وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر اب تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

دیکھنا کس [illegible] انداز سے زندگی کی تمنا کی ہے اور کس [illegible]

قابل [illegible]

عالم سے [illegible] الگ چلتے ہیں !

چہرے سے [illegible] ہیں نہیں کوئی [illegible] کہ وہ ہے قدردان تیغ

سالک ان کو جو دو دیا ہے [illegible]

اسی طرح مثنوی میں فرماتے ہیں (ہجو)

[illegible] ہوا غش [illegible] گل رنگ تھا گو زباں سے ہو ولیکن تنگ تھا

ہمدماں [illegible]

[illegible] کہ [illegible] حسن [illegible] تب عشق سے بوالہوس کو جائے

اسی سلسلہ میں شوخی ادا کی مثال کے لیے ذیل کے اشعار پر اکتفا کیا جاتی ہے

ورنہ دیوان مومن سے اس قسم کی بیشمار مثالیں اخذ کر سکتا

بٹھلائیں نہ غیر تجھے بزم سے اٹھائیے — سبک ہے وہ کہ تری طبع پر گراں ہوا

عبث الفت بڑھی تھی تمکو وہ کہتا تھا ہم — پہ تجھکو دیکھکر دشمن کا جی بیتاب لیتا ہوا

جب ساقی کا بھی نہیں مقدور — اُنکی عالی جناب سے لے وارا

خون چھپانے کو مری لاش کہتا ہے وہ شوخ — تجھکو مجھ سے کہ میں کیوں ترا قاتل ہوا

اسی ضمن میں حضرت ناظم کا شعر پڑھو اور مومن کی شوخی سے موازنہ کرو
ناظم فرماتے ہیں

کر کے خون ایک کا جا بیٹھے ہیں گھر میں اور پھر — پوچھتے ہیں کہ یہ سے در پہ ہے غوغا کیسا

ناظر کو مومن کے شعر میں کسقدر ترقی ہے

اسی طرح معشوق کے عاشق ہونے کا مضمون اکثر اساتذہ نے باندھا ہے

مرزا غالب

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر — آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے

لیکن مومن کا انداز بیان سب سے نرالا ہے - اُنکا شعر ہے -

عاشق ہوئے ہیں آپ کہیں کوئی ہیں نہ ہو — شب حال غیر مجھ سے زیادہ خراب تھا

دونوں باکمال اُستادوں کے کلام کو نکتہ سنج انصاف کی ترازو میں تولیں اور دیکھیں کہ کسکی شوخی کا پلہ بھاری ہے الحق آپ صحیح دونوں [illegible] ہیں مگر استدلالی ہر شخص کا ذوق سلیم بتا سکے خود فیصلہ کر سکتا [illegible]

لیا ہے دل کی جھٹ - جان و زندگی دیتے وہی — ہیں اور اک بھی سودا مری زبان کیلئے

مطلب یہ ہے کہ جیسے محبوب کو دل دے کر لیا جاتا ہے اگر شب اس صورت
کو اپنی جان دے کے لیے [illegible] پڑتا ہے تو یہ سکتا ہوں لیتے ہیں اس
تجارت میں [illegible] الا [illegible] عشق کی [illegible]
مثنوی دوم کے وہ اشعار ملاحظہ ہوں جہاں محبوب کے حسن کا حضرت یوسف کے
حسن سے موازنہ کیا ہے

(۴) وہ بیشتر اپنے مطلب کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مخاطب اُسمیں اپنا
فائدہ باور کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا ہے کہ دشمن کی طرف نہ دیکھو۔ مگر ان غریب کی
سنے کون! تو یہ پیرایہ اختیار کرتے ہیں

ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا — جادو بھرا ہوا ہے تمہاری نگاہ میں

دیکھو ذیل کے شعر میں رقیب کے خط کو تعظیم سے کس طرح روکتے ہیں

سر کیں نا لکھو ہے تم نامہ لگاتے کیوں ہو — خاک میں نام کو دشمن کے ملاتے کیوں ہو

مسلمہ اصول ہے کہ عادت کے خلاف ہر بات تکلیف دیتی ہے۔ غور کرو اس سے
کیونکر فائدہ اٹھایا ہے فرماتے ہیں۔

منظور ہو تو وصل سے بہتر ستم نہیں — اتنا رہا ہوں دور کہ ہجراں کا غم نہیں
وہ بدخواہ مجھ سا تو میرا نہیں — عبث دوستی تم کو دشمن سے ہے
میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ — تجھے اپنی نظر نہ ہو جائے

ارباب ذوق کو میر تقی کا شعر ذیل غالباً کبھی نہ بھولے گا۔ اُسکو مومن خاں کے

شعر کے ساتھ پڑھیں اور لطف اُٹھائیں۔ میر صاحب فرماتے ہیں

میرے تغیرِ رنگ پہ مت جا　　اتفاقات ہیں زمانے کے

اسی طرح اشعار ذیل

حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے　　میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ تم ہو عیار
وہ بہت دیتا ہے طعنے کس ادا سے　　کہ تم اب چاہتے ہو کیا جدا سے

یہ طرز شاعرانہ مومن کا طرز خاص ہے اور اردو شاعری میں اوروں کے یہاں بہت کمیاب ہے اصل یہ ہے کہ وہی اس رنگ کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی اسی وجہ سے اس خصوصیت کے لیے الگ عنوان قائم کیا گیا۔

(۵) اکثر مقامات پر استعارہ اور تشبیہ کی خوبی نے کلام کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ اور اثر کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا ہے۔ جیسے

جاتے تھے صبح رہ گئے بیتاب دیکھ کر　　طالع ہمارے چونک پڑے خواب دیکھ کر
بے سبب قتل سے آیا نظر انجام اپنا　　سرمۂ دیدۂ دشمن ہے مری خاکِ مزار
لرزاں تھے مثل بید ترے رعب سے جو ہاتھ　　پھل باغیوں کو کچھ نہ ملا جز زیان ہاتھ
دشمنوں کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر　　کر دیا تیغ گریباں نے دوبارہ حلقوم
خط بیاض صبح وہ شعلہ دم اثر و سفید　　عکس سے جس کی آب ہو آئینہ سکندری
طرۂ یار روز سیاہ بوالہوس　　جعد رشک دود آہ بوالہوس

کہیں کہیں مرکب اور مسلسل تشبیہیں خاص لطف دیتی ہیں دیکھو مثنوی نمبر (اشعار ہیں)

(۶) وہ اکثر جگہ ایک غیر ذی روح شے کو کسی صفت مخصوص کے لحاظ سے ذی روح قرار دیتے ہیں اور شعر میں خاص کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً مرشد کہتے ہیں

اے نرگسِ چشم بلطفِ کرم تیرے دم — دیکھا کیجئے وہ میری طرف بار بار عجب
جوں نکہتِ گل غنچۂ دل سے جی کا نکل جانا — اے بادِ صبا میری کروٹ تو بدل جانا
کچھ دینے کا بھی دیکھ لے اے آہِ دل کا — کس طور سے یہ تولیتی ہے تاثیرِ دعا قرض

(۷) کلام میں فارسی کی عمدہ ترکیبیں اور دلکش تراشیں ہیں جو کہیں کہیں بقول آزاد اردو کی سلاست میں اشکال پیدا کر دیتی ہیں۔ ان کی مجتہدانہ اختراعوں میں ذیل کی بندشیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں بخوفِ طوالت اشعار چھوڑ دیے ہیں۔

آئینہ سرا۔ زبان اجابت فشاں۔ دم خوں نابہ ریز۔ حادثہ ریز۔ زخم ریز ستم بار۔ بیمارِ اجل چارہ۔ دل زندہ کش۔ جراحت ستمگر۔ ابر تشنہ با بظفر۔ گرم پائی برق تپاں۔ زبان بیہودہ سائل۔ گل ریز تکلم۔ بے پروا خرامی۔ زود کشتن۔ غم ہلاک شدن۔ حسرت فرما نروا۔ لوحِ تخشش۔ تیغ سپند۔ بہ زور آور۔ بالم خو کردہ۔ سخت بجواب آسودہ۔ عقوبت ربا۔ قدم فرسا۔ خوابِ تمنا یاب۔ عشق جبلت۔ زبونِ اضطراب۔ مصیبت بہرہ قبول۔ شوقِ دشواری پسند۔ پایہ بالا تر۔ برافراز سخن۔ کج خرام شاہراہ عاشقی۔ دور گردِ بارگاہ عاشقی۔

(۸) کلام میں کہیں کہیں ترصیع و تقابل کی بدولت قاآنی کی شان نظر آتی ہے جیسے

ترے ہی فیض سے ہر قطرہ آبیار عجوس — ترے ہی نور سے ہر ذرہ جلوہ زا مجوس

یہی خلافت راشد کی اسکو بس ہے دلیل — یہی امامت برحق کی اسکو بس ہے سبیل
عشق اُنکی بلا جانے عاشق ہو تو پہچانے — لو مجھکو اطبا نے سودے کا خلل جانا
چشم سیاہ تو نہ ہوگی — ہے شوخ نگاہ تو نہ ہوگی
بیداد ستم گران بیکس — فریاد الم کشان دل ریش

(۷) غزلوں کے مقطعوں میں اپنے تخلص سے فائدہ اُٹھایا ہے یوں تو مثالیں بکثرت ہیں۔ مگر نمونہ کے طور پر اشعار ذیل نذر ناظرین کیے جاتے ہیں

تقصیر نہیں ہو گر ترا کافر — مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم
اُسنے چہرہ پہ کچھ بوٹن ہیں — ہے سر آنکھ کا عذاب ہمیں
مومن دو رہ خدا چھوڑ کر — دل و دین صبر قرار آئے ہیں تجھے
اے صنم مومن ہوں آخر کس طرح — مجھکو تسکین ہو تری لطف و ستم

الہ آباد یونیورسٹی یکم اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء — ضیاء احمد ایم اے بدایونی

نوٹ۔ لائف بیشتر آبحیات سے ماخوذ ہے۔ البتہ کلام پر ریویو کرتے وقت آبحیات کی بہ نسبت زیادہ شرح وبسط سے کام لیا ہے۔ مولف

فہرست اغلاط

یہ اغلاط بالعموم متداولہ اور مطبوعہ نسخون مین مشترک طور پہ موجود ہین اور اس ایڈیشن مین اُنکی تصحیح کی گئی ہے

حوالہ	غلط	صحیح
قصیدہ ۱ شعر ۴۷	ہر جزو ضعیف	ہے جزو ضعیف
؍؍ ۴۸	خونشابہ دل جگر	خوناب دل و جگر
؍؍ ۵۵	سجھایا	منایا
؍؍ ۷۱	علمبجالے	علمبجالی
قصیدہ ۲۵ شعر ۱۶	زبان لعل	زبان لال
؍؍ ۱۷	قبا ہے گل کو گر اطلس ہے	قبا ہے گل ہے گر اطلس کو
؍؍ ۳۳	گل فاموس	گل شاموس
؍؍ ۳۵	ملبیوس	ملبوس
؍؍ ۳۸	اُگا	لگا
؍؍ ۴۴	نور شعلہ فانوس	نور شعلہ و فانوس
؍؍ ۴۹	اوقینوس	اوقیانوس
؍؍ ۵۰	غزل	عرین

سطر	غلط	صحیح
،، ۶۵	گلہا دنبالہ	گلاوزہین
،، ۶۹	الآکر س	الکوس
،، ۶۲	لب بوس	[illegible]
،، ۶۰	عقول نفوس	عقول و نفوس
،، ۹۲	ابطلیسس	ابطلیوس
،، ۳۹	بنا ہے	بنا سکے
،، ۹۹	حسرت دوس	حسرت وہوس
قصیدہ ۳ ،، ۴	سینہ جانسوز	شعلہ جانسوز
،، ۱۳	گر نگہ تیغ نے فرہ خنجر	گر نگہ تیغ ہے فرہ خنجر
،، ۲۶	شرنک دیدہ تر	سرشک دیدہ تر
شعر ۳۷	چارہ فرمائے علاج سحر	چارہ فرما ہے علاج سحر
،، ۹۶	پشت کا شانہ	پست کاشانہ
قصیدہ ۴ ،، ۸	بیشتر	پیشتر
،، ۲۸	اصل دین کے	اصل دین کے تا
،، ۵۰	مزید دہر میں ہین	فرید دہر ہون مین
قصیدہ ۵ - ۱۴	ہوا جاتا ہے کبھی بار	وان سے آتا ہے کئے بار

حوالہ	غلط	صحیح
ر ۴	استتار	اعتبار
ر ۵۳	عثمان ہم	عمّار ہم
ر ۹۶	تحسین	تخمین
ر ۱۰۵	درہم و دینار کے داغونکو	درہم و دینار کو داغونکے
ر ۱۰۹	یاقوت لب لعل انگار	یاقوت ولب لعل نگار
قصیدہ ۶ ۔ ر ۱۲	قربان زبان تیغ	قربان جان تیغ
ر ۳۵	دہر	دیر
ر ۴۷	زبان تیغ	زیان تیغ
قصیدہ ۷ ۔ ر ۲	لزوم	سدوم
ر ۱۰	معلوم	منظوم
ر ۱۷	حسن وعشق ہیں	حسن وہ عشق ہیں
ر ۳۶	جوہر بار فزون	جو وہر ہار فزون
ر ۶۵	انبار	انوار
ر ۶۹	کا ہو خلق	سے ہو خلق
قصیدہ ۸ ۔ ر ۱۳	بالی	مالی
ر ۳۹	روز خورشید	زرخورشید

حوالہ	غلط	صحیح
〃 ۵۱	نیرنگی زبان	نیرنگیٔ زبان
〃 ۸۵	گل دامان پاکدامانی	گل دامان کی پاکدامانی
〃 ۱۱۸	ور تنا	ور تشنہ
قصیدہ ۹ شعر ۲	یون ہے زحل سے	کون زحل سے
۱ 〃 ۱۰	روز گزار	زور بہ گزار
〃 ۱۵	سر بسر امتیاز طبع	سر بسر اہتزاز طبع
〃 ۱۶	نہ فلک نور آفرین	نہ فلک نو آفرین
〃 ۲۶	نہ کسی آفت فرارئے سوں سنگر کیا	نہ اُفتد الا آفت فرار سے ہوں سنگر ہو
〃 ۲۹	کلبہ خاکروب کو	کلبۂ خاکروب ہو
〃 ۳۴	یک شہر حیچ بزم کا	یک شبہ خرچ بزم کا
〃 ۳۴	حاصل د فائدہ	حاصل دولت
〃 ۴۴	اور وہ سب جو معتقد	اور وہ سب کا معتقد
〃 ۵۰	عطاش	عطاس
〃 ۵۲	بہار حسن باغ	بہار باغ حسن
〃 ۵۴	روح و گلاب چھیری	روح گلاب وعبھری
〃 ۵۷	خوش ہو ہوائے رشک سے	جوش ہوائے رشک سے

حوالہ	غلط	صحیح
،، ۹۱	خصم جہان	خصم جہان
،، ۷۱	دشنۂ دشنہ قضا	دشنۂ کشتہ قضا
،، ۷۲	تیر ماہ	ماہ تیر
،، ۷۷	جا ہے ننگ	جا ہے ننگ
،، ۹۱	چارہ صدر آزما	چارہ صد رہ آزما
،، ۹۴	ادج حضیض	ادج و حضیض
۹۶۵	ہے یہ وہ جس جسکی تیغ	ہے یہ وہ جلیس جسکی تیغ
،، ۱۰۵	شعلہ دود	شعلۂ دود
۱۰۶۴	گل تری	گل تری

نوٹ۔ تقریباً تمام مطبوعہ نسخوں میں اشعار ۶۹ اور ۷۰ (قصیدہ ۷) میں اور اشعار ۵۷ اور ۵۸ (قصیدہ ۹) میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے۔ ناظرین درست کرلیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصائد مومن خاں دہلوی

(۱) حمد پاک

اَلْحَمْدُ لِوَاهِبِ الْعَطَایَا ۔۔۔ اس شور نے کیا مزا چکھایا
وَالشُّکْرُ لِصَانِعِ الْبَرِیَّة ۔۔۔ جس نے ہمیں آدمی بنایا
احسان ہیں اُسکے کیا گرانبار ۔۔۔ ہر سبع شداد کا جھکایا
کیا پایۂ شانِ سلیمانؑ ۔۔۔ اک بات میں تخت پر بٹھایا

۱۔ تمام تعریفیں بخششوں کے دینے والے کے لیے زیبا ہیں۔ شور سے شورِ محبت کی طرف اشارہ ہے۔ مزا اور شور میں صنعت مراعاة النظیر ہے۔

۲۔ اور ہر شکر خالق عالم کے لیے سزاوار ہے۔

۳۔ سبع شداد۔ سات آسمان۔

۴۔ حضرت سلیمان کی شکر گزاری خدا کے احسانوں کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتی ہے کہ اسکا ادنیٰ سا کرم اتنی بڑی سلطنت کا بخشدینا ہے۔

کیوں شکر کریں نہ آل داؤد[۵] | افسوں شہنشہی سکھایا
وہ نیر آسمان تقدس[۶] | جاں سوز مناظر و مرایا
اک بھی نظر اس مجاز میں ہے[۷] | کیوں ہم نے نگاہ میں سمایا
ہے عقل بسیط اوسکا پرتو[۸] | ہے نور مجرد اوسکا سایا
سبحانک یا الٰہ عالم[۹] | عالم ترا عجز نے دکھایا
ہر جائی ہے تیرا جلوہ لیکن | دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا
یاں عقل ہے گم کہ بس تجھی کو | پایا ہر شئے میں پر نہ پایا

---

۵ اشارہ ہے آیہ کریمہ اعملوا آل داؤد شکرا اے داود کی اولاد میری نعمتوں کا شکر ادا کرو کی طرف ۱۲

۶ خداوند تعالیٰ کی ذات اقدس کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے جو پاکی کے آسمان پر جلوہ گر ہے اور جسکی شعاعیں نظر والوں کو خیرہ کیے دیتی ہیں۔ مناظر منظر کی جمع اور مرایا مرآۃ کی جمع ہے جسکے معنے ہیں دیکھنے کی جگہ۔ مناظر ایک علم کا نام ہے جس کا موضوع نظر ہے اور علم نظر ہے اوسی کی ایک شاخ فن مرایا ہے اس شعر میں اشارہ ہے آیہ لاتدرکہ الابصار کی طرف ۱۲

۷ شاعر اپنے آپکو ملامت کرتا ہے کہ ہم لوگ عالم مجاز کی نیرنگیوں میں ایسے محو ہیں کہ تنزیہ کا لحاظ نہیں کر سکتے یعنی خدا کو جو بے مثل ہے آفتاب کا مماثل ٹھہراتے ہیں ۱۲

۸ عقل بسیط سے عقل کل ذات جبریل مراد ہے نور مجرد وہ نور ہے جو مادہ سے پاک ہو یعنی فرشتے وغیرہ ۱۲

۹ اے دنیا جہان کے معبود تو پاک ہے جب بندے نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا تب تیری معرفت کا راستہ ملا کیونکہ عجز معرفت کا اقرار ہی معرفت ہے ۱۲

اللہ رے تیری بے نیازی — یعقوب کو مدتوں رولایا
یوسف سے عزیز کو کئی سال — زندان عزیز میں پھنسایا
یاں[10] شعلہ کو سرکشی کی کیا تاب — ابلیس کو خاک میں ملایا
تجھکو ہی سزا ہے کبریائی — کرسی کا نہ عرش کا ہے پایا
مومن[11] کو بقا ہے بعد دیدار — کیا مژدۂ جانفزا سنایا
گو صدق سے یومنون بالغیب[12] — پر بندہ تو اس سے باز آیا
ق
یاں تاب کسے کہ خاک و خوں ہیں — بیتابی شوق نے لٹایا
اللہ دکھادے اپنا دیدار — اکشف بجمالک الغطایا[13]
عظمت[14] نے سجود کی فلک کو — گرد کرۂ زمیں پھرایا

[10] شعلہ کی تمثیل میں ابلیس کا ذکر اوسکی خلقت ناری کی طرف اشارہ ہے ۱۲

[11] اہل ایمان کے لیے آخرت میں دیدار الٰہی کے بعد زندگی دوام قرآن مجید سے ثابت ہے اسمیں نکتہ یہ ہے کہ اگرچہ لذت دیدار طالب دید کو مٹا دینے والی چیز ہے لیکن مومن کو لقاے ایزدی کے بعد بھی بقا کی بشارت دی گئی ہے اسی لئے شاعر نے اسے مژدۂ جانفزا کہا ہے ۱۲

[12] مومنین کی شان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ غیب یعنی بے دیکھی چیز (خدا اور معاد) پر اعتقاد رکھتے ہیں ۱۲

[13] اپنے جمال سے پردہ اٹھا دے ۱۲

[14] سجدہ میں وہ عظمت ہے کہ اسی شرف کی تمنا میں آسمان کرۂ زمین کے گرد سرگرداں پھر رہا ہے۔

وہ خاتم مرسلین محمدؐ — جس نے ہمیں شرک سے بچایا
جب بندہ ہے تیرا تو رہا کون — پھر لائق بندگی خدایا ق
تو واحد و بے نظیر و یکتا — تو حاکم و خالق برایا
تجھکو بھی نہ کہہ سکے ترا مثل — یاں تک نقش دوئی مٹایا
یعنی[15] وہ فنا ازل سے ہے اور — اُس ذات کو کب زوال آیا
آوے تری حمد کا تو پھر — یہ حوصلہ میں کہاں سے لایا
کام آئی نہ شوخی خموشی — دل کی تپشوں نے جب ستایا
ہوں[16] بندۂ شورِ عجزِ ادراک — ناکام کو کام سے لگایا
کیا[17] جانئے ایسے بے زبان نے — کس طرح یہ شور و غل مچایا

15 محاورہ میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص اپنی مثل آپ ہے یعنی بے مثل ہے۔ مگر مومن کہتا ہے کہ اس میں بھی دوئی کی بو آتی ہے۔ کیونکہ وہ یعنی خدا کا مثل ہمیشہ سے معدوم ہے اور ذات باری عدم و زوال سے پاک

16 شاعر معرفت سے اپنے عاجز رہنے کو شور یا ہنگامہ قرار دیتا ہے جس کا وہ منت پذیر ہے اس لیئے کہ اُس کی بدولت با وجود ناکام رہنے کے کام سے لگ گیا۔ گویا عجز معرفت سے راہ معرفت پائی یہی اوسکا کام تھا اور زندگی کا مقصد۔

17 بے زبان سے مراد عجز ادراک ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ شور و غل سے مراد اُس کا ہنگامہ وجوش ہے۔

[۱۸] علوم خرد کی نکتہ یابی
یاں علم نے عقل کو گنوایا

[۱۹] لا علم لنا ہے یاد ہر چند
سب کچھ مجھے عجز نے بھلایا

[۲۰] تھا دھیان میں عذر لا یحیطون
جب سینہ میں دم ذرا سمایا

کیا صعب گذار ہے رہِ حمد
جبریلؑ کا پاؤں لڑکھڑایا

چکر میں ہے عقل عرش اعظم
اُس نے بھی نگہ سے کچھ نہ پایا

[۲۱] مرغانِ دراز اجنحہ کو
اس اوج نے خاک پر گرایا

[۲۲] ہے جزو ضعیف جوہر عقل
عرفاں کے جو غور نے گھٹایا

---

۱۸ ظاہر ہے کہ علم سے عقل زیادہ ہوتی ہے مگر حمد کے میدان میں جسقدر علم حاصل ہوتا ہے اُسیقدر عقل کی حیرت بڑھتی ہے۔ پھر اوس سے کشود کار معلوم۔

۱۹ آیہ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (ہمیں کچھ علم نہیں بجز اوسکے جو تونے بتایا ہے) کی طرف اشارہ ہے یعنے عجز معرفت کے جوش نے مجھے اس آیت کا سب مفہوم بھلا دیا۔

۲۰ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (بندے اُسکے علم میں سے کسی شے پر احاطہ نہیں کر سکتے بجز اُسکے جو وہ چاہے) جب جوش ٹھکانے آئے تو معرفت سے واہر ہنے کا یہ عذر سمجھ میں آیا کہ وہ خود فرماتا ہے لا یحیطون الآیۃ

۲۱ دراز اجنحہ بڑے بازو والے یعنے فرشتے۔ نور حیرت و شب اللہ لیشاہد رضا تو۔ بس بجا ہوں مرغ عقل از آشیاں انداختہ (عرفی)

۲۲ عرفان الٰہی کی فکر و نظر نے جوہر عقل (روح القدس) کو اسقدر گھٹا دیا ہے کہ وہ بھی جزو ضعیف (انسان) کی طرح اپنی عاجزی کے معترف ہیں۔ اور میں اس اعتراف عجز میں اُن کا ہمزبان ہوں۔ گویا مجھ کو جزو ضعیف ہوکر اونکی ہمزبانی کا شرف محض عاجزی کی بدولت نصیب ہوا۔

ہیں روح قدس کا ہمزباں ہیں ق یہ مرتبہ عجز نے بڑھایا
سوسن ہے زبانِ عرضِ احوال میں نے تجھے بے خرد جتایا
رو رو کے دعا کر اک ذرا دیکھ کیا ابر کرم ہے سر پہ چھایا
اللہ غم بتاں میں یک چند بے فائدہ جان کو کھپایا
ہے عشق وہ بد بلا ہے جس نے ہاروت کو چاہ میں پھنسایا
سمجھا نہ کہ ہے رہِ خطرناک دین و دل و عقل کو لٹایا
حاصل نہ ہوا سوا ندامت کس تخم کو خاک میں ملایا
کی گریہ نے کتنی آبیاری دریا مری چشم سے بہایا
گرداب مرے ڈبونے کو تھا جو قطرہ کہ خاک پر گرایا
ہر حلقۂ دامِ آرزو نے طوقِ لعنت مجھے پہنایا
دل گرمیٔ شوق شعلہ رو نے کیا کیا مجھے خاک پر لٹایا
گہ ساقیٔ سرخ لب کے غم نے خون ناب دل و جگر پلایا
ہم بزمیٔ ماہ وش نے گاہے جوں بدر سحر تلک جگایا
بتخانہ کو رشک کعبہ سمجھے گر شوق نے گرد کو پھرایا
تھا شورِ فداک[۲۳] جابے لبیک اس دشمن دیں نے کر بلایا

۲۳ فداک = تجھ پر فدا ہوں۔ لبیک کے معنے ہیں، میں حاضر ہوں لبیک اُن الفاظ میں سے ہے جو مناسک حج میں کہے جاتے ہیں۔

کرتے رہے شکر بخت بیدار ساتھ اپنے صنم کے گر سُلایا
بوسہ جو دیا ذقن کا گویا سیبِ خُلدِ بریں کھلایا
ہے بے خبری کہ یاد جس کی تھی واجب و فرض اُسے بھلایا
روٹھا کوئی نازنیں صنم گر سوگند ور منت کھا منایا
کتنی ہی تمنا ہوئیں نثار پا پر سر کو نہ پاؤں سے اُٹھایا
گل پیرہنوں کی آرزو نے اکثر خز و پرنیاں[۲۴] پنھایا
آیا نہ کبھی خیال حج کا تلوا سو بار سنگ کھچایا
نیت ہی تھی لوٹنے کی گویا گر اُس نے بہانہ نہیں بنایا
افسوس شکستِ صوم کیسو یہ شکر کہ اُس نے ساتھ کھایا
واعظ کی کبھی نہ کوئی مانی کتنا ہی عذاب سے ڈرایا
ہر چند کہ قول ناصحوں کا کچھ تلخ نہ تھا ولے نہ بھایا
توڑا نہ وفا کے سلسلہ کو توبہ ہی پہ زور آزمایا
اللہ مرے گناہ بے حد وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا
ہے عام خطابِ یا عبادی[۲۵] اس نے تو کچھ آسرا بندھایا

---

۲۴ خز و پرنیاں ریشمی کپڑوں کے نام ہیں جن کا پہننا مردوں کو شرعاً ممنوع ہے

۲۵ ٹکڑا ہی پوری آیت کا جسکے معنے ہیں اے میرے گناہگار بندو میری رحمت سے مایوس نہ ہو وہ آیۂ کریمہ یہ ہے یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۵

عالم میں نہ ہووے گا دگر نہ — مجھ سا کوئی منکر السّجایا [۲۶]
کیونکر نہ ہو تیری آس تو نے — افلاک کو بے ستوں تھمایا
اُس دام سے مجھکو تو چھڑا دے — داؤد نے جس میں دل پھنسایا [۲۷]
دل زلف سے ہو رہا تو جانوں — زندانِ فرنگ سے چھڑایا
وہ عشق دے جس کا نام اسلام — وہ شیوہ نبی نے جو بتایا
وہ نعرہ علمہٗ بحالی [۲۸] — جس نے کہ اُس آگ کو بجھایا
کچھ آب زنی کرے نہیں تو — ق — سر نارِ جحیم نے اُٹھایا
مجھکو بھی بچالے جیسے تو نے — یوسفؑ کو گناہ سے بچایا
وہ رفعت حال دے کہ جس نے — منصور کو دار پر چڑھایا
اُسکا مرے دل پہ ایک پرتو — جس شعلہ نے طور کو جلایا
مومن کہے کس سے حال آخر — ہے کون ترے سوا خدایا

۲۶ منکر السجایا بُری عادتوں والا۔

۲۷ اسرائیلیات کے ایک فرضی قصہ کی طرف اشارہ ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ ایک لشکری کی بیوی کو دیکھ کر اُسکی محبت میں مبتلا ہو گئے اور اُسکے شوہر کو جہاد میں بھیج دیا کہ شہید ہو جائے چنانچہ اُسکی وفات پر آپ اُس عورت کو عقد میں لائے قرآن شریف میں یہ تفصیل کہیں نہیں۔

۲۸ علمہٗ بحالی حسبی عن سؤالی (اُسے خود میری حالت کا علم ہے سوال کی کیا حاجت) سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے حضرت جبریلؑ سے پرسش حال کے وقت کہا تھا جب آپ آگ میں ڈالے گئے تھے شعر میں آگ سے بچا آتش نمرود مراد ہے آب زنی پانی چھڑکنا یا بجھانا۔

نعت شریف

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب مانوس[1] | کہ جیسے صبح شب ہجر نالۂ خروس
ہے اسطرح فرح انگیز کوکوئے قمری | کہ جیسے فوج مظفر میں شور و غلغل کوس
نوائے طوطی شکرفشاں کی لذت سے | سماع و رقص میں اہل مذاق جوں طاؤس
غبار صحن چمن کیمیائے عیش و نشاط | بہار لالہ و گل[2] سیمیائے عرض شموس
صفا[3] سے وہ در و دیوار باغ کا عالم | کہ آشیانہ میں دشوار طائروں کو جلوس
زہے فریب صفا[4]۔ خاک پر سے گلچیں | پڑے جو وسعت گلزار میں گلوں کے عکوس
ہجوم سبزہ نے کی اسکہ رنگ آمیزی | زمیں پہ چادر مہتاب بن گئی ہے سندوس[5]

---

۱ طرب مانوس میں اضافت مقلوب ہے یعنی مانوس طرب (مسرت انگیز) = خروس = مرغ۔
۲ لالہ و گل کی بہار ایک قسم کی شعبدہ بازی ہے جس کی وجہ سے باغ میں [illegible] سورج نظر آرہے ہیں سیمیا = علم نیرنجات یا شعبدہ بازی۔ عرض کے معنے پیش کرنا اور شموس جمع ہے شمس کی = سورج۔
۳ اسقدر وفور صفا ہے کہ پرندے آشیانوں سے پھسلے پڑتے ہیں۔
۴ صحن چمن میں صفائی کی وجہ سے پھولوں کے جو عکس پڑتے ہیں تو دھوکے سے گلچیں انکو اصلی پھول سمجھتا ہے اور انکو توڑنے کی ہوس میں خاک پر ہاتھ ڈالتا ہے۔
۵ سندوس = سبز چادر۔

ہوئی ہے سقفِ فلک مانع قد افرازی[۶] — وگرنہ بید کہاں اور ترقیِ معکوس
ہو کیونکہ ایسی رطوبت پہ سنگِ راہِ نسیم[۷] — بنا ہے شبنمِ گل آبگینۂ فانوس
خزانہ خاک میں ہر سنگدل ملاتا ہے — زبسکہ لفظِ خزاں جانتے ہیں سب منحوس
نویدِ مالکِ گلزار کو کہ زر کی جگہ — ہر ایک کاسۂ گل میں ہے گنجِ دقیانوس[۸]
یہ آب و رنگ کہاں لعل اور زمرد کا — مگر دیا ہے گل و سبزہ نے انھیں ملبوس
چمن کی خاک سے گلگونہ اب بناتے ہیں — شگفتہ تا دمِ رخصت بھی ہو عذارِ عروس
خمیدہ شاخ سے یوں رنگِ گل جھلکتا ہے — کہ جیسے طرح بھڑک اٹھے مشعلِ منکوس[۹]
پڑھے ہے مرغِ گلستاں وہ مطلعِ رنگیں — کہ سن کے بس جسے رہ جائے ہی بلبلِ طوس[۱۰]

---

۶ بید کا قاعدہ ہے کہ جتنا بڑھتا جاتا ہے اونا ہی زمیں کی طرف جھکتا جاتا ہے، مومن کی مراد یہ ہے کہ اگر سقفِ فلک بلند ہونے سے مانع نہ ہوتی تو بید بجائے اس الٹی ترقی کے آسمان سے بھی اونچا نکل جاتا۔

۷ فانوس کا کام یہ ہے کہ روشنی کو ہوا سے محفوظ رکھے مگر رطوبت بہار کا یہ عالم ہے کہ شیشۂ فانوس شبنمِ گل معلوم ہوتا ہے لہذا مانعِ نسیم نہیں ہو سکتا۔

۸ دقیانوس ایک پرانے بادشاہ کا نام ہے جو اصحابِ کہف کے زمانہ میں گزرا ہے۔

۹ مشعل منکوس۔ الٹی مشعل۔

۱۰ بلبل طوس، فردوسی طوسی۔

مطلع ثانی

۱۱ زباں لال کہاں اور یہ تاج خروس — گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسر کاؤس
۱۲ ہزار داغ ہو پروائے آفتاب کسے — پرستش گل خورشید میں ہے گرم مجوس
۱۳ شگفتہ تر ہے چمن روضہ ہائے جنت سے — ہنسی کی جا نہیں گر صومعہ نشیں ہے عبوس
۱۴ خلل پذیر رطوبت ہوا دماغ بہار — عجب کہ سبزۂ خوابیدہ کو نہ ہو کابوس

۱۱ زبان لال گونگی زبان۔ تاج خروس۔ ایک سرخ پھول کا نام ہے جسے کلغہ بھی کہتے ہیں۔ شاعر تعجب کرتا ہے کہ یہ تاج خروس ہے یا تاج کاؤس کا لعل جو زمیں پر گر پڑا ہے۔ کاؤس = ایران کا مشہور کیانی بادشاہ۔

۱۲ مجوس (آتش پرست) بجائے خورشید کے گل خورشید (سورج مکھی) کی پرستش میں مصروف ہے ایسا کرنے سے آفتاب کو کیسا ہی داغ (رشک) کیوں نہ ہو اوسکو پروا نہیں۔

۱۳ عبوس = ترش رو۔ صومعہ نشین زاہد کے ترش رو ہونیکی یہ وجہ بیان کی ہے کہ چمن کی بہار باغ جنت سے کہیں زیادہ دلفریب ہے اس سبب سے زاہد کو جو جنت کا مشتاق تھا گراں گذرتا ہے۔

۱۴ کابوس ایک دماغی مرض کا نام ہے جس میں بحالت خواب رطوبت نزلی کی وجہ سے انسان مختلف حرکات کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ بہار کا دماغ موسم کی رطوبت سے متاثر ہو گیا ہے۔ ایسی حالت میں کیا تعجب ہے کہ سبزہ مرض کابوس میں مبتلا ہو جائے سبزہ کو اسکی افتادگی کی وجہ سے خوابیدہ کہنا شعراء کے یہاں [illegible] ہے۔

۱۵ ہے دشت بزم طرب کثرت نتائج سے | نہ کیوں ہو شکل حماری کو ناز شکل عروس
ہوائے سیر چمن زار کی وہ مستی ہے | کہ خلق کو ہوئی مشکل حفاظت ناموس
عجب نہیں مے گلرنگ کی ہوس ہے اگر | خود آ گئے شیشۂ خالی میں ہو رہی محسوس
مزاج دہر میں یہ اعتدال آیا ہے | کہ جس نبات کو دیکھو وہ صالح الکیموس ۱۶
عجب نہیں کہ بسان مگس عسل اُگلے | گر اندنوں ہو کوئی مبتلائے ایلاؤس ۱۷
۱۸ نمو کا معجزہ صَلِّ عَلَیہِ پھر گندم | ہوائے جنبش غربال سے بنے ہے سبوس
رطوبت ایسی نظر آئی داغ لالہ میں | کہ چاک چاک حسد سے ہوا دل افیوس ۱۹
۲۰ قبائے گل سے گر اطلس کو دیجئے تشبیہ | سیاہ پوش جُعَل ہو درون ماتم سوس

۱۵ شکل حماری اور شکل عروسی اقلیدس کی دو شکلیں ہیں۔ شکل عروسی باعتبار کثرت نتائج کے ظاہر ہے کہ حماری سے زیادہ ممتاز ہے

۱۶ کیموس ہضم ثانی کو کہتے ہیں جو جگر میں ہوتا ہے صالح الکیموس۔ وہ غذا جس سے خون زیادہ مقدار میں پیدا ہو۔

۱۷ ایلاؤس = ایک مرض جس میں براز بذریعہ قے خارج ہو۔ عسل۔ شہد۔

۱۸ قوت نامیہ کا یہ اعجاز ہے کہ چھلنی کی حرکت کی ہوا سے بھوسی پھر گیہوں بن جاتی ہے۔ سبوس بھوسی۔

۱۹ افیوس ایک سیاہ پھل ہے جو بہت مرطوب ہوتا ہے۔

۲۰ جعل گبریلا۔ سوس = ایک کیڑا جو ریشم میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر قبائے گل سے اطلس کو تشبیہ دی جائے تو اس تشبیہ کے اثر سے سوس (جس کی غذا اکثر اطلس تھا) اپنی غذا نہ پاکر بھوکوں مر جائے گا اس لیے اوس کے ماتم میں گبریلا سیاہ پوش ہوگا۔ گبریلا سیاہ ہوتا ہے اس وجہ سے شعر میں صنعت حسن تعلیل آگئی۔

قوائے نامیہ[21] کو ناگوار ہے کتنا — کہ ہضم رابعہ محتاج ہو سوئے کیلوس
ہوا ہے اب تو یہ سرمایۂ لطافت آب — کہ پشت ماہی پہ گلہائے اشرفی ہیں فلوس[22]
کہیں جہان میں کائی نظر نہیں آتی — کہ صرف زنگرزاں[23] ہو گئی بجائے ایوس
سرایت نمِ آبِ وضو سے وہ زمیں — جو سبزہ زار ہے ریش زاہد سالوس[24]
بعید کچھ نہیں شادابی زمیں سے اگر — زیادہ تر کرے سیلان خون گل شاموس[25]
گر اس بہار کی یاقوت کو ہوا لگ جائے — نسیم جائے ہو شگفتہ کبھی نہ ہو محسوس
ہوا ہے بسکہ گل شمع بھی یہ عطر آگیں — عدیل طبلۂ عطار ہیں لگن فانوس
یہ گل کھلاتی ہیں آب و ہوا کی تاثیریں — کہ ہے پیاز[26] کو لاف منافع ملبوس

[21] ہضم رابعہ = ہضم غذا کا چوتھا درجہ جو عروق میں ہوتا ہے۔ کیلوس = ہضم اول جو معدہ میں ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قوت نمو کو یہ ناگوار ہے کہ غذا درجہ بدرجہ ہضم رابع تک منزلیں طے کرے بلکہ اوسکا تقاضا یہ ہے کہ فوراً ہضم آخر کے درجہ تک پہونچ جائے۔

[22] فلوس مچھلی کے سنے۔ فلوس جمع ہے پیسوں کو بھی کہتے ہیں اس لئے گلہائے اشرفی سے تشبیہ دینا خالی از لطف نہیں

[23] صحیح لفظ زنگرز ہے زنگربز غلط ہے ایوس = زنگار

[24] سالوس = مکار

[25] گل شاموس = سنگ جراحت جسکی خاصیت یہ ہے کہ خون کا بہنا روک دیتی ہے اور زخم کو خشک کر دیتی ہے

[26] موسم بہار کا یہ اثر ہے کہ پیاز کو بھی ملبوس کی طرح فائدہ مند ہونے کا دعویٰ ہے۔ ملبوس ایک نبات کا نام ہے جو پیاز سے مشابہ ہے مگر اُس سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے۔

ہوائے جنبش اوراق سے ہیں عطر فروش　　لغاتِ وَرد[۲۷] کہ ہیں ثبت صفحۂ قاموس
فسونگری[۲۸] دمِ مشاطۂ نسیم کی دیکھ　　کہ مشک نافہ ہوئے غنچہ ہائے زلفِ عروس
صفات[۲۹] آئے جو آئینہ ہوا میں نظر　　لگا خواص و عوارض کو اعتبارِ نفوس
صدا الگ ہی ہے ملکر ہوا سے کیا ہو فرق　　کہ بانگ خندۂ گل ہے کہ نالۂ ناقوس
عجب ہوا ہے کہ فیض ہوا سے ہوتا ہے　　شکم میں خستہ[۳۰] کے نشو و نمائے اصل السوس
غریقِ[۳۱] آبِ خجالت ہوا کے فیض سے ہوں　　کہ گل ہوا ہے مرا غنچۂ دلِ مایوس

۲۷ قاموس (عربی لغت کی کتاب) میں لفظ وَرد (گل سرخ) جہاں آیا ہے اوراق کتاب کے ملنے میں فیض بہار سے عطر کی خوشبو دیتا ہے۔

۲۸ زلف عروس کی گرہ کو غنچہ قرار دیا ہے۔ جب نسیم بہار زلفوں کو چھوتی ہوئی گذرتی ہے تو غنچہ ہائے زلف نافۂ مشک کی طرح عطر آگیں ہو جاتے ہیں۔ نسیم کو مشاطہ مانا ہے اور اس کی اس طرفہ کاری کو جادو۔

۲۹ خواص و عوارض (صفات وغیرہ) وہ چیزیں ہیں جو دوسرے کی وجہ سے قائم ہوں۔ نفوس سے مراد جواہر ہیں یعنی وہ چیزیں جو قائم بذات خود ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آئینہ میں نفوس نظر آیا کرتے ہیں لیکن آئینہ ہوا (لطافت کے باعث) اب اسقدر شفاف ہو گیا ہے کہ اوس میں صفات تک نظر آتے ہیں۔ گویا صفات میں نفوس کی خاصیت پیدا ہو گئی۔　۳۰ خستہ = بیمار

۳۱ میرا دل جو غنچہ کی طرح ناشگفتہ تھا ہوا کے اثر سے کھل گیا۔ اس احسان کی وجہ سے میں شرمندہ ہوں

ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینے کی
دمِ مسیح کو ہے جسکی حسرت پابوس

شرف مدینہ کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہے
جسے بتاتے ہیں محبوب حضرتِ قدوس

جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اُسکا
تو دیتی دل کہیں یوسف کو دخترِ طیموس ۳۲

جو شمع بزم کہوں اُسکے روئے تاباں کو ۳۳
کتان و ماہ بنے نور شعلۂ فانوس

وہ کون احمدِ مرسل شفیع ہر دو سرا
جو خلق کا سبب اور باعثِ معادِ نفوس ۳۴

جہاں مطاع ۳۵ - شہنشاہِ آفتاب لِواں
فلک سریر - قمر طلعت و ملک ناموس

سیاہ چشموں کو مشکل نگاہِ دزدیدہ ۳۶
یہ اُس کے حفظ سے ہے ملکِ معدلت محروس

نگاہبانیِ عصمت سے وہ رواجِ حیا
کہ چار چشم نہوں نرگس و ادافیوس ۳۷

۳۲ دخترِ طیموس = زلیخا۔ شعر میں استفہام انکاری ہے۔

۳۳ مشہور ہے کہ چاندنی میں چاند کتان پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ کے روئے روشن کو شمع سے تشبیہ دی جائے تو اس نسبت کی وجہ سے شعلۂ شمع کے آگے فانوس کا وہی حال ہو جو چاند کی روشنی میں کتان کا۔

۳۴ معادِ نفوس۔ مخلوق کا عالمِ آخرت کی طرف لوٹنا۔ ۳۵ جہاں مطاع = جسکا جہاں فرمانبردار ہو

۳۶ کشورِ عدل میں حضورؐ کا اسقدر انتظام زبردست ہے کہ چوری تو بڑی بات ہے۔ سیاہ چشموں (معشوقوں) کو نگاہ چرانا بھی دشوار ہے

۳۷ ادافیوس۔ ایک قسم کا پھول جسکو نرگس کی طرح آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں چار چشم ہونا دوچار ہونے کے معنے میں استعمال ہوا ہے۔

سنتے ہیں[۳۸] دور عدالت میں اسکے شیر عرین | شباں کی ضرب پہ لاتے ہیں نالش جاموس
کرم میں دوں اوسے نیساں سے کسطرح تشبیہ | کروں میں جان کے کیونکر ترقی عکوس
کہ جسکی بخشش یکروزہ کو وفا نہ کریں | ہزار سالہ گہر ہائے قلزم[۳۹] و قاموس
یہ جی میں ہے کہ پڑھوں اور ایک وہ مطلع | جو ہو ہر اک متنفس کی طبع سے مانوس

مطلع ثالث

ترے[۴۰] ہی فیض سے ہے ہر قطرہ آبیار نفوس | ترے ہی نور سے ہر ذرہ جلوہ زار شموس
ہمیشہ عفو ترا طالب گنہگاراں | مدام رحم ترا دردمند کا جاسوس
ترے[۴۱] حسود کی نسبت سے جل رہی ہے کہیں | ہجوم شعلہ سے دوزخ ملے کف افسوس
تری غلامی کی دولت سے خاک پائے بلال | سفیدۂ[۴۲] رخ فغفور چین و خسرو روس

---

۳۸ آپ کے مبارک عہد میں عدل کا یہ حال ہے کہ اگر چرواہا بھینس کو مارتا ہے تو وہ شیر سے نالش کرتی ہے۔ عرین = جنگل۔ بن۔ ۳۹ قلزم = سمندر۔ قاموس = سمندر

۴۰ عکوس = برسنے والا بادل۔

۴۱ دوزخ کے جلنے کی حسن تعلیل یہ بیان کی ہے کہ اوسکو آنحضرت صلعم کے دشمنوں سے ایک گونہ نسبت ہے۔ اس وجہ سے اوسکے مقدر میں جلنا ٹھہرا اور اس ننگ کی بنا پر وہ کف افسوس ملتی ہے۔ شعلوں کے باہمی تصادم کو کف افسوس ملنے سے تشبیہ دی گئی ہے

۴۲ سفیدہ = پاؤڈر۔

خمیدہ کس لیے نہ آسمان بنتے تھے جھکا	نہ تھا ازل سے جو مد نظر ترا پابوس
بہا ہیں دیتی ہے ماہی دفینہ تا زمیں ۴۳	یہ بڑھ گئی ترے سکے سے قدر پائے فلوس
ہے احتساب ترا مانع لباس حریر	نہ پھینک دیوے کہیں چرخ اطلس ملبوس ۴۴
ترا وہ خوف کہ رک جائے تا گلو آکر	نہ نکلے سجدِ ترسا میں نالۂ ناقوس
۴۵ یہ مے کو ہنی جہاں سوز نے جلایا ہے	کہ شمع نہ کر سکے فرق صراحی و فانوس
زبس شراب کو بھی آفتاب کہتے ہیں	نہ آسمان کے وا ترون رہے مدام کیوس ۴۶
فریب وعدہ یہ چھوڑی ہے تو نے جھوٹی قسم	سنا زلبکہ زباں سے تری وعید غموس ۴۷

۴۳ فلوس فلس کی جمع ہے جسکے معنے پیسہ کے ہیں اور مچھلی کے سنے کو بھی کہتے ہیں یہاں اس لفظ میں ایہام ہے مراد یہ ہے کہ حضور کے عہد کی نسبت سے سکہ رائج کی قدر و قیمت اسقدر بڑھ گئی ہے کہ فلوس تک کے عوض میں ماہی زمیں بھی بہا دفینے دینے کو تیار ہے۔

۴۴ اطلس = جامہ ریشمی غیر منقش جسکا پہننا شرعاً ممنوع ہے۔ اور عرش (فلک نہم) کو بھی اطلس کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی غیر منقش ہے اور اسپر کواکب نہیں ہیں۔

۴۵ حضور کی جہانسوز (جہاں کی جلانے والی) ممانعت کا یہ اثر ہے کہ شراب جسکی آپکے احتساب نے سیاہی کر دی تھی جل گئی اور اب صراحی شراب اور فانوس شمع میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔

۴۶ کیوس جمع ہے کاسہ کی معنے پیالہ۔

۴۷ غموس جھوٹی قسم کو کہتے ہیں جسکی بابت شرع میں عذاب کی وعید آئی ہے۔

رزم مصاف ترے دشمنوں کے لشکر ہیں — صدا ہے نوحہ و شیون سے شور غلغل کوس
دو نیم ہوں تری شمشیر کے تصور سے — نشان ساغر خورشید کا [illegible] رؤس[48]
ملا دے گا وہ زمیں گاؤ چرخ سے نیزہ[49] — بٹھا دے خاک پہ شمشیر سپہر کو دبوس
اگر کرے مدد اے یا محمد عربی — حسام مرگ ہو رستم کو نعرۂ الکوس[50]
مخالفوں کو ترے دو جہاں جہنم ہے — کہ تا سپہر سے جاتے رہیں [illegible]
براق اسپ ترا ابر ہے فرشتہ رکاب[51] — کہاں ہو چشم [illegible] [illegible]
تو جھکے دھیان میں مضمون قاب قوسین لیے[52] — وہ دیکھ لے تری زین و کمان کا قربوس

[48] رؤس جمع ہے راس کی یعنی سر

[49] دبوس گرز آہنی یعنی جہاد میں حضور کا نیزہ گاؤ زمین اور گاؤ چرخ (برج ثور) کو ایک ساتھ پیوست کر لیتا ہے اور آپ کا گرز شیر سپہر (برج اسد) کو خاک پر گرا دیتا ہے۔

[50] الکوس ایک پہلوان کا نام ہے جو رستم کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔

[51] ابر ہے فرشتہ رکاب - وہ گھوڑا جس کے لیے فرشتہ کا ابر و رکاب کا کام [illegible] سا چھوا ہوا۔

[52] قاب قوسین = دو کمانوں کا فاصلہ - حضور سرور عالم کے قرب معراج کی طرف اشارہ ہے یعنی جس کی سمجھ میں نہایت قرب معراج نہ آئے وہ آپ کے زین اور [illegible] کا فصل دیکھ لے - قربوس = زین کے سامنے کا اٹھا ہوا حصہ جس پر کمان [illegible] لٹکائی جاتی تھی اسکو [illegible] بھی کہتے ہیں۔

ترے عدو کی خرابی کا کچھ علاج نہیں	نہ ہو قبول دعا سے کبھی رفیقِ بسوس[۵۳]
ترے خیال سے اصحابِ کہف کو ہے چین	وگرنہ خواب کہاں اور زمانِ دقیانوس
ظہور میں ہوئی تقدیمِ انبیا کہ نہ تھا	ترے وسادہ[۵۴] دولت پہ احتمالِ جلوس
شہا ستم ہے کہ تیرے مدیح خواں ہو کر	ہزار گونہ ستم روزگار ریا مانوس
کچھ انتہا بھی کواکب کے دورِ بیجا کی	ہمیشہ ہے مرے طالع میں اجتماعِ نحوس
جو اپنے حسرت و ارمان میں بیان کروں	نہ تاب لائے دلِ سختِ زاہدِ سالوس
جفا کو آئے مری دل شکستگی پر رحم	بلا کرے مرے احوالِ زار پر افسوس
ملے ہیں خاک میں کیا کیا مرے فنون و علوم	خدا کسی کو نہ دے ایسے طالعِ منکوس
حکیم وہ ہوں کہ جاتے رہیں حواس اگر	کرے معارضہ[۵۵] سر دفترِ عقول و نفوس
طبیب[۵۶] وہ ہوں کہ ہو سوزِ سینۂ بلبل	نظارۂ رخِ گلفام سے مجھے محسوس

۵۳ بسوس بنی اسرائیل کی ایک منحوس عورت کا نام تھا جسکے شوہر سے تین دعاؤں کے مقبول ہونے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس نے عورت کے حق میں تینوں دعائیں کیں اور قبول بھی ہوئیں مگر آخر میں وہ اپنی شامت سے جیسی تھی ویسی ہی رہی۔

۵۴ وسادہ = تکیہ مسند۔

۵۵ اگر مجھ سے سر دفتر عقول و نفوس (عقلِ کل) مقابلہ کرے تو اُس کے حواس جاتے رہیں

۵۶ گل فام (معشوق گلعذار) کے چہرے کو دیکھ کر میں گل کا تصور کرتا ہوں اور گل کے تصور سے سینۂ بلبل کی حرارت کا احساس کر لیتا ہوں۔

۵۷ جو ہوں معالجِ مسلول تو قابلِ علاج — کرے دعا مرے رواجِ طریقِ جالینوس

۵۸ درم ہو چارۂ گر قبض تا بدستِ لئیم — کیا ہو میں نے جو تجویز وزن مغز فلوس

کروں جو گردشِ انجم کی میں صندلی — فدا ہو وجد میں آ کر روانِ بطلیموس

۵۹ گواہِ عصمتِ مریم ہو کثرتِ اولاد — عقیمہ مجھ سے سنے گر بیانِ شکلِ عروس

۶۰ طلسمِ ماہ لکھوں گر پئے زبان بستن — بنائے مہرِ دہن چرخ نقطۂ جاسوس

۵۷ مسلول۔ وہ مریض جسکو اسہال کی بیماری ہو۔ جالینوس یونان کا مشہور طبیب تھا جو سعد کے علاج میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ جوارش جالینوس مشہور ہے۔

۵۸ اگر میں کسی مریض کے لیئے مغز فلوس (املتاس) ایک درم (وزن) تجویز کردوں تو اُسکے نسبت درم (سکہ) میں یہ خاصیت آجاے کہ وہ بخیل کے ہاتھ کا قبض یعنے بخل تک دور کردے۔ مغز فلوس دافع قبض ہے۔ اور فلوس اور درم کی رعایت ظاہر۔

۵۹ شکل عروس۔ اقلیدس کی ایک کثیر النتائج شکل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں بانجھ عورت کے سامنے شکل عروس کی تشریح کروں تو اس بیان کے اثر سے اسکا خلقی عیب دور ہو جاے۔ اور صاحب اولاد ہو گویا اُسکے کثرت اولاد دیکھکر دُنیا کو حضرت مریم صدیقہ رضی کے لطن سے حالت دوشیزگی میں سیدنا عیسیٰ پیدا ہوے کی پاکدامنی میں کوئی شبہ نہ رہے ۶۰۔ شرف ماہ میں جو تعویذ لکھا جاتا ہے اوسکے خواص میں دشمن کی زبان بندی داخل ہے یعنی اگر میں اس غرض سے طلسم لکھوں تو نقطۂ جاسوس تک میں آسمان مہرِ دہن کا اثر پیدا کردے۔ نقطۂ جاسوس = وہ نقطے جو عملیات والے تعویذ میں مطلب معلوم کرنے کے لیئے لگا دیتے ہیں

یقیں کہ زہرہ و خورشید میں مقابلہ ہو ۔۔۔ پڑھوں جو میں پئے دوری دعا بدلطالس ۶۱

جو میری فکر کے دیکھے لآلیِ منثور ۶۲ ۔۔۔ اُٹھائے سنگ شکست حجاب کاؤس

بفرض گر کرۂ خاک کو کہوں دائر ۶۳ ۔۔۔ شکستہ اسپ گلی ہووے پیش از فروس

فنونِ نظم میں یہ نکالی ایسی راہ ۔۔۔ طریقہ شعرائے سلف ہوا مطموس ۶۴

مرے کلام کو دیا انتظام کا سکہ ۔۔۔ وہ تیرہ روز جو برجیس ۶۵ کو لگے منحوس

جو دیکھیں میری طبیعت کی گوہر افشانی ۔۔۔ شریک درد ہوں محمود و نکتہ پرور طوس ۶۶

دیے ہیں میرے حسد نے رئیس ہزاروں داغ ۔۔۔ روا ہے باندھے گرہ عندلیب کو طاؤس

---

۶۱ ایک دعا ہے جو دو شخصوں میں جدائی کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ زہرہ و خورشید کا اثر تقریباً یکساں ہے مقابلہ کے معنے معروف اور اصطلاح نجوم میں دو ستاروں کے درمیان چھ بروج کے فاصلہ کو کہتے ہیں۔ ۶۲ لے پروئے ہوئے موتی۔

۶۳ بالفرض اگر میں زمین کو متحرک قرار دوں تو مٹی کا شکستہ گھوڑا بھی جاندار گھوڑوں سے آگے نکل جائے۔ ہیئت قدیم میں زمین ساکن مانی گئی ہے۔ فروس جمع ہے فرس کی = گھوڑا۔

۶۴ مٹا ہوا۔ ۶۵ برجیس = ستارہ مشتری جس کو سعد اکبر کہتے ہیں۔

۶۶ نکتہ پرور طوس = فردوسی طوسی۔ یعنی محمود میری فیاضی (گوہر افشانی) اور اپنے بخل سے خجل ہو اور فردوسی اپنی عدم استغنا اور بے بضاعتی سے شرمسار لہذا درد دل میں دونوں ایک دوسرے کے شریک حال ہوں۔

قماش[۶۷] دیکھ کے رنگینیِ سخن کا مری — حریرِ لالہ و گل شرم سے ہوا مدروس
خدا کے واسطے گرمِ دعا ہو بس مومن — کہ منتظر ہے ازل سے اجابتِ قدوس
ہے جب تلک گل و بر قسمتِ نہالِ شجر — ہے جب تلک دلِ اعدا میں داغِ حسرت و بوس[۶۸]
مدام پھولے پھلے دوستوں کا نخلِ مراد — رہینِ داغِ عدو کا رہے تو دل مایوس

۶۷ قماش = ریشمی کپڑا۔ اور خوبی۔ مدروس۔ پھٹا پرانا۔

۶۸ بوس = شدتِ غم۔

(۴۳) منقبت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کوئی اس دور میں جئے کیونکر — ملک الموت ہے ہر ایک بشر
دادخواہوں کے شور سے دیکھو — پھونک پڑتا ہے فتنۂ محشر
آسمان نے بھی اس زمانہ میں — تیغ کے سے نکالے ہیں جوہر
آتش لعل شعلۂ جانسوز — آب نیساں ہے ایک بدگوہر
جسکو دیکھو سو ماتم بیداد — کیا ہوا گر نہیں ہے سینہ سپر
ذکر انساں سے دیو چھپتے ہو — آدمی سے پری کو آئے حذر
ہے پئے اشتیاق ویرانی — شاہ فرہاد بے ستوں کشور
نہ امیروں کو پاس بندی عدل — نہ رعایا مطیع و فرمانبر

ل انقلاب زمانہ سے ہر چیز کی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔ لعل بجائے روح افزا ہونے کے شعلۂ جانسوز کا اثر رکھتا ہے۔ اور آب نیساں (جو موتی پیدا کرتا تھا) بدگوہر ہو گیا ہے آتش لعل لعل کی سرخی مراد ہے اور آتش کی بنا پر شعلۂ جانسوز کہا ہے نیساں اور بدگوہر کی رعایت مخفی نہیں۔
سل عالم آشوب تباہی کا ذکر کرتے ہوئے مومن لکھتا ہے کہ بادشاہوں کو ملک کی آبادی کے بجائے ویرانی منظر رہتی ہے گویا بادشاہ فرہاد ہیں اور اُن کا ملک بے ستون۔ بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہے جسکو کاٹ کر فرہاد نے دودھ کی نہر نکالی تھی۔ فرہاد ایک مزدور تھا جسنے شیریں (ملکہ ایران) کے عشق میں یہ کڑیاں جھیلی تھیں۔

اُسکو ہو رستمِ زماں کا خطاب — جو کرے قتل خرد سالہ پسر
کمترین[۳] خانہ زاد طعنہ زن — طرزِ حرفِ ملامتِ مادر
ہیں گدا پر غرورِ شیرویہ[۴] — بگینہ جو کیا ہے خونِ پدر
چمن آرا کو رسمِ پیرائش — اک بہانہ ہے بہرِ قطعِ شجر
دشمنِ[۵] جانِ عاشقاں دیدار — گر نگہ تیغ ہے مژہ خنجر
خاص وہ دایۂ دل آشوبی — جسکا ہمسایہ غم نہ ہو جاں پر
وہ جو سر کاٹ کر پشیماں ہو — رحم گر آئے نیم بسمل پر
وہ۔ نہ لی جسنے حال کی پرسے — عذر آکیا۔ کہ بھول کر بھی خبر
وہ کہ مومن[۶] کی ضد سے مومن ہو — پہ گر اسکے لئے بنے کافر
ہائے مجھسا عزیز ہو یوں خوار — حیف خورشید زیرِ خاکستر

---

۳ ذلیل سے ذلیل خانہ زاد بھی اب یوں طعنے دیتے ہیں جیسے ماں بچہ کو ملامت کرتی ہے۔ طرز = مثل۔

۴ شیرویہ ایران کا ایک بادشاہ تھا جسنے اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کر کے حکومت حاصل کی تھی۔

۵ محبوب کا دیدار بجا طور پر عشاق کا قاتل ہے گویا اسکی نگاہ تلوار کا کام دیتی ہے اور مژہ خنجر کا۔

۶ کافر معشوق کو مومن سے اسقدر ضد ہے کہ اگر وہ (مومن) اسکی خاطر کافر بنتا ہے تو معشوق اسکے جلانے کو مومن (صاحب ایمان) بن جاتا ہے۔

واہ اے چرخ تیری نافہمی ‏— ہے اوجِ کمال فالِ اختر ۷

اوسے دینا تھا رتبہ نوشابہ ۸ ‏— مجھے دی تھی جو عقلِ اسکندر

اوسے بلقیس گر بنایا تھا ‏— میں بھی زیبندہ تھا سلیماں فر

زہرہ پیرایہ گر کیا تھا اوسے ‏— مجھے لازم تھی شانِ معجر

یاں بھی ہوتی کلاہِ ۹ زریں گو ‏— تھی جو واں سر پہ گوہریں چادر

ملک پرویز چاہیئے تھا مجھے ‏— اوسے شیریں ختم کیا تھا اگر

روتے ہیں تیری جان کو ظالم ‏— ایک میں کیا کہ سارے اہلِ ہنر

سینہ چاکوں کو سلکِ مروارید ‏— نہ ملے جز سرشکِ دیدۂ تر

لبِ رنگیں بیاں ہے اور خوں ناب ‏— تیرہ باطن ہے اور مےِ احمر

---

۷ فالِ اختر = بدنصیب۔

۸ نوشابہ ملک بردع کی ملکہ تھی جس کے دربار میں سکندر قاصد بنکر گیا تھا۔ اور بعد کو نوشابہ نے سکندر کو پہچان کر اوسکا اعزاز و اکرام کیا تھا۔ آیندہ شعروں میں ملک سبا کی ملکہ ملکہ بلقیس کی تلمیح ہے جو مسلمان ہوکر حضرت سلیمانؑ کے عقد نکاح میں آئی تھی۔ اسی طرح شیریں ایک حسین عورت کا نام ہے جو خسرو پرویز کی معشوقہ تھی۔

۹ کلاہِ زریں گو = وہ ٹوپی جس میں سونے کی گھنڈی لگی ہو۔ گوہریں معجر = موتیوں کا مقنع۔

[10] قاضی مشتری کمال سے ہیں — ہندوان زحل شیم بد تر
[11] منشیان عطارد آسا کو — نور خورشید سوز حسرت زر
[12] صدر انجم شناس سے تاباں — مہر کامل کی طرح داغ جگر
[13] ہوس خوشہ سے لبان مغاں — عید خورشید روز شہریور
[14] من و سلوا کباب سے آلود — زاہد اتنے ہیں جوع سے مضطر

---

[10] قاضی مشتری کمال = ایسے قاضی جو مشتری کا سا کمال رکھتے ہوں۔ مشتری (برجیس) ایک ستارہ ہے جسکو قاضی فلک بھی کہتے ہیں۔ زحل شیم = زحل کی سی خصلت رکھنے والے (کیواں) ایک نحس ستارہ ہے جسکو ہندوئے فلک بھی کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ مشتری چھٹے آسمان پر ہے اور زحل ساتویں آسمان پر۔

[11] عطارد جیسا رتبہ رکھنے والے منشیوں کو نور خورشید تو کہاں میسر ہاں زر کی حسرت میں جلنا نصیب ہے۔ عطارد ایک ستارہ ہے جسکو منشی یا دبیر فلک کہتے ہیں۔ خورشید اور زر کی باہمی مشابہت ظاہر ہے۔

[12] صدر = سینہ۔ انجم شناس = نجومی۔

[13] شہریور = کوار کا مہینہ۔ اس ماہ میں آفتاب برج سنبلہ میں (جسے فارسی میں خوشہ کہتے ہیں) ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ خورشید ماہ شہریور محض خوشہ کی رعایت سے دنیا کے لیئے عید کا حکم رکھتا ہے اور لوگ آفتاب پرستوں کی طرح اوسکی خوشی مناتے ہیں۔

[14] من و سلویٰ = ترنجبین و بٹیر جو غیب سے بنی اسرائیل کے لیے بھیجے جاتے تھے زاہد بھوکے ایسے اسقدر بے چین ہوگئے ہیں کہ شراب آلود کباب کو من و سلویٰ کی طرح نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔

پاکے الزام دست خالی سے ۔۔۔ فلسفی پیٹتا ہے اپنا سر
آب[۱۵] و ناں کے لیئے گرو رکھیں ۔۔۔ رستمان زمانہ تیغ و سپر
شعرا کو یہ آرزو ہے شعیر[۱۶] ۔۔۔ خوانِ عیسیٰ ہے نیم خوردۂ خر
کام آئے نہ نغمۂ شیریں ۔۔۔ طوطیوں کو ہے حسرتِ شکر
سروران سپہر مرتبہ ہیں ۔۔۔ بسکہ جاہل نواز و دوں پرور
کھائے[۱۷] وہ سرمۂ صفاہانی ۔۔۔ ق ۔۔۔ جسے لکھیے کمال نورِ بصر
دیکھے نرگس حسد سے جانب گل ۔۔۔ خوردہ بیں ہو گئے ہیں اہل نظر
واعظوں کی زباں پہ آتا ہے ۔۔۔ برملا شکوۂ قضا و قدر

---

۱۵ آب کی رعایت سے تیغ اور ناں کی مناسبت سے سپر کا لفظ لانا خالی از لطف نہیں

۱۶ شعیر = جو ۔ نیم خوردۂ خر ۔ گدھے کا جھوٹا یعنے بچا ہوا کھانا ۔ خوان عیسیٰ سے مراد وہ خوانِ نعمت ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا ۔

۱۷ سرمہ کھانے کی خاصیت یہ ہے کہ آواز بیٹھ جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ اہل ہنر جن کو کمال اصفہانی ایسا شاعر نور بصر لکھتا ہے زمانہ کی ناقدری کی وجہ سے عمداً سرمہ کھا لیتے ہیں تاکہ ہنر چھپا رہے ۔ اور بے ہنری کے لباس میں جا کر جاہل پرور امیروں میں رسوخ حاصل کریں نور بصر اور سرمہ کی رعایت ظاہر ہے ۔ واضح رہے کہ کمال بھی اصفہانی تھا ۔ اور سرمہ بھی اصفہانی مشہور ہے ۔

بنِ [۱۸] دنداں سے لکھائے نالِ قلم — خوش نویسوں میں جو ہے سرِ دفتر
کیجے مفتی سوال کو واجب — کسب مفقود ہو ہوئے یکسر
خاک [۱۹] اوڑاتا ہے پشتِ آئینہ — دیکھکر زرنگار شکم آئینہ گر
بیٹھے پھولے ہیں بےخرد کیا دور — بید مجنوں بھی کر لیے آئے ثمر
سختی و کاہلی کی دولت سے — دامنِ کوہ میں ہیں لعل و گہر
باندھتے ہیں سخن سرا موزوں — کس طرح ہو نصیب سرو کو بر
جامِ [۲۰] نمرود کا فسانہ کہیں — چارہ فرمائیے علاجِ سہر

---

[۱۸] نال قلم = قلم کا ریشہ = سر دفتر = سردار پہلے رسم تھی کہ خوشنویس قلم کا ریشہ اس اعتقاد سے کھا لیا کرتے تھے کہ اس سے خط عمدہ ہو جائے گا۔

[۱۹] آئینہ گر پشت آئینہ کو زرنگار دیکھکر خاک اوڑاتا ہے کہ میری قسمت میں اتنا بھی زر نہیں ہے

[۲۰] سہر = بیخوابی = نمرود ایک کافر بادشاہ کا نام ہے۔ اوس پر بطور عذاب ایک مچھر مسلط کیا گیا تھا جس نے نمرود کے دماغ میں داخل ہوکر اوسکا آرام و خواب حرام کر دیا تھا۔ جام نمرود۔ جام پیالہ کو کہتے ہیں اور سات کی تعداد کو بھی۔ منقول ہے کہ حکمانے نمرود کے لیئے سات طلسم تیار کیئے تھے۔ اون میں ایک حوض بھی تھا نمرود اور اوسکے درباری اوس میں شراب اور دوسری چیزیں جام بھر کر ڈالتے تھے اور بعد کو وہی چیز نکل آتی تھی قاعدہ ہے کہ افسانہ سننے سے نیند آجاتی ہے مگر تدبیر کی دانائی دیکھیئے کہ نمرود کا فسانہ تجویز کیا

متقیوں کو لا یحتسب کا مژدہ ہوا — کافروں کو بھی گونہ گونہ خطر

جب نہ تب والضحیٰ پڑھے ہوا نام — مقتدی تا سنیں فلا تنہر ۲۲

قدر دانی کا نام ہی نہ رہا — چند ناداں ہوئے ہیں نام آور

اک اسیر سخن شناس نہیں — لاکھ ہیں شاعر ثنا گستر

کیجئے گر بادشہ کو عرض ہنر — کہیں میری بلا کو ہے چکر

صد ارسطو کہے سے نا نے برا — حکما کو سنا جو ہے کافر

اے لبیب باز رہ کوسہ سر رہ درآ — بس کہاں تک یہ ناستودہ سمر ۲۳

کب تلک شکوہ جفائے فلک — تا کجا داستان قمر چاکر ۲۴

---

۲۱ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

(اور جو اللہ سے ڈرتا رہیگا اللہ اوسکے لیے گزارہ کی صورت پیدا کردیگا اور اوسکو ایسی جگہ سے رزق دیگا جہاں سے اوسکو گمان بھی نہ ہوگا اور جو خدا پر بھروسہ کریگا خدا اوسے کافی ہے) مطلب یہ ہے کہ جب متقی لوگوں کو جناب الٰہی سے یہ بشارت دی گئی تو کافروں کو بھی جو بمقتضائے الدنیا جنت الکافر (دنیا کافر کے لیے جنت ہے) امن و بے فکری کی زندگی بسر کرتے تھے خطرہ پیدا ہوگیا اور انھوں نے یہ خیال کیا کہ کہیں ان کا عیش و تنعم اہل تقویٰ کے مفاد پر قربان نہ کردیا جائے۔

۲۲ فلا تنہر یعنی پوری آیہ کریمہ کا - وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (سائل کو نہ جھڑک) آیت سورہ والضحیٰ میں ہے

۲۳ ناستودہ سمر = بیہودہ افسانہ ۲۴ قمر چاکر = اس میں اضافت مقلوب ہے یعنی چاکر قمر یہاں آسمان مراد ہے کیونکہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے اسوقت تک دور قمر مانا گیا ہے۔

ہجو گوئی نہیں ہمارا کام　　ایسی باتوں سے خامشی بہتر
پڑھ کوئی وہ غزل کہ اعدا بھی　　حبذا حبذا کہیں سنکر

مطلع ثانی

لاؤں اس مفلسی میں سوزن زر[25]　　ہونٹ سینے دے گر نصیحت گر
جو مری سُن لے میں بھی اُسکی سنوں　　کہ زباں گنگ ہے نہ گوش ہے کر
کیا کہوں جی پہ کیا گذرتی ہے　　یہ ستم کس کو آئے گا باور
اپنی حسرت کا کچھ علاج نہیں　　یار ہو بخت یا فلک یاور
ہے یقیں یہ کہ خاک ہی میں ملے　　آرزوئے وصال سیمیں بر
نکلے ارمان کیا کہ نکلے ہیچ　　نالہاے شب و فغانِ سحر
دیکھو انصاف سے کہ ظلم ہے ظلم　　گر نہ ہو روے التفات ادھر
تابِ رخسار و تیرہ روزی سے　　وہ اگر مہر ہے تو میں ہوں قمر
نہ کوئی مایہ دار حسن اتنا　　نہ کوئی مجھسا عاشقِ بے زر
وہ بھی ایسا نہیں کہ یوں محروم　　رکھے مستوجب کرم کو مگر
مانعینِ زکات ہیں اغیار[26]　　ق　　یاد ایام لصفت سرور

---

[25] نصیحت گر = ناصح یہاں ناصح کے ہونٹ سینے کے لیے باوجود مفلسی سونے کی سوئی تجویز کرنا ایک قسم کا لالچ دینا ہے جو لطف سے خالی نہیں۔

[26] حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں مرتدین پر فوج کشی کی گئی تھی جنھوں نے فرضیت زکاۃ سے انکار کیا تھا یہ واقعہ ۱۱ھ کا ہے

مسند آرائے محفلِ تقدیس | اوّلیں جانشینِ پیغمبر
خاکساری پسند عرش مقام | آدمی صورت و فرشتہ سیر
ملکِ دل سریرِ جاں خرگاہ | شاہِ دیں تاجِ معدلت کشور
سینہ سرشارِ مہرِ یزدانی | چشم لبریزِ جلوۂ محشر
لب وہ آبِ حیات جسکے لیے | تشنہ کام صد آرزو کوثر
آرزوئے پابوس میں ہے خورشید [27] | ذروۂ اوجِ پایۂ منبر
چرخ [28] و آشوب دور میں اُسکے | جوشِ یاجوج و سدِّ اسکندر
کیا گنے کوئی خوبیاں اُس کی | اک سخاوت شمار سے باہر
لکھیے اُس ہاتھ کو جو پنجۂ مہر | ذرہ پاوے رواجِ خوردہ زر
ذکر میں اُس کی جود پیہم کے | مبتدا ایک ہے ہزار خبر
خاک بیز اُس گلی کا ڈالے ہے | خاکِ مذکور گنجِ قارون پر
ہم بہا [29] آپ کی درفشانی سے | تارِ اشکِ یتیم و سلکِ گہر

---

27 خورشید ممدوح کی قدمبوسی کی خواہش کرتا ہے گویا اس آرزو میں آپ کے پایۂ منبر تک پہونچنا اُسکے لیے اعلیٰ درجۂ شرف ہے۔ ذروہ = بلندی۔ آفتاب کا شرف اُسوقت ہوتا ہے جب وہ برج حمل میں جاتا ہے

28 چرخ بجائے مصدرِ آشوب ہونے کے آپ کے دور میں آشوب و فتنہ کو اس طرح روکے ہوئے ہے جس طرح سدِّ سکندری قوم یاجوج کے جوش کو۔ یاجوج ماجوج دو مفسد قومیں تھیں جن کے روکنے کے لیے سکندر ذوالقرنین نے ایک دیوار بنادی تھی۔

29 آپ کی فیاضی نے یتیموں کے آنسوؤں کو موتیوں کا ہم قیمت کردیا ہے۔

اُسکے دروازہ کے گدا کی زکات — مُلکِ خاقان و حشمتِ قیصر
کچھ نظر میں سمائے تو دیکھے — پنجۂ خور کو اُس کا دست نگر
خُلق ایسا کہ ذکر میں جس کے — بھولے عاشق حکایتِ دلبر
دم بھرے اُسکے کوئے دلکش کا — باغ جنّت میں بھی نسیمِ سحر
بسکہ ہے کین و دشمنی اُسکی — قدر کاہ و بہا شکن گہر (ق)
ربط[۳۳] سے زخمہائے اعدا کے — قطرۂ خوں ہو مشک بارِ دگر
رافت[۳۴] اُسکی ہو جب ضعیف نواز — آب ہو جائے شرم سے عنبر
جب[۳۵] اُولوالفضلِ منکم اے حاسد — اُسکے حق میں کہے جہاں داور

۳۳ جو ممدوح سے دشمنی رکھتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے یہاں تک کہ جو مشک آپ کے دشمنوں کے زخموں پر (زخم صاف کرنے کے لیئے) لگایا جاتا ہے وہ بھی اس نسبت کی وجہ سے اپنی حالت اصلی پر عود کر آتا ہے اور ناچیز قطرۂ خون رہ جاتا ہے۔ مشک ہرن کا خون ہوتا ہے جو عرصہ کے بعد منجمد ہو کر خاص صورت اختیار کرتا ہے۔

۳۴ عنبر مشہور خوشبو کا نام ہے جو دریا سے دستیاب ہوتی ہے۔ عنبر کے شرم سے پانی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ کچھ ضعیف ہوتا تو ممدوح کی نگاہ رحمت کا مستحق ٹھہرتا۔ رافت = رحمت

۳۵ وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى (الآیۃ) (تم میں سے بزرگی اور وسعت والے اپنے قرابت والوں کو دینے نہ دینے کی قسم نہ کھا لیں) یہ آیت حضرت صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ جب انھوں نے اپنے ایک قرابت دار بدری صحابی کا وظیفہ ان کی خطا پر ناراض ہو کر بند کر دیا تھا۔

فضیلت میں کیا سخن ۔ ہے یہ بات ق سب سے بہتر کہ سب سے ہے بہتر
حکم سے اُسکے بے سروساماں ہر جَم سے اُتار لے افسر
اور پڑھتا ہوں ایک وہ مطلع جان دے جس پہ ہر سخن گستر

مطلع ثالث

اے مسیحا دمِ رواں پرور زندگی بخشِ دینِ پیغمبر
گرمیٔ التفات سے تیری خشک ہو عاصیوں کا دامنِ تر
ہے سراپا تو مہرۂ تریاک[۴۳] تجھ کو کیا نیش مار سے ہو ضرر
ہے ترے خارِ جیب کا قصہ[۴۴] نشترِ یانِ حسود کو نشتر
تو وہ سلطاں کہ بارگہ کا تری پست کا نشانہ ہے فلک منظر
قصرِ جاہ و جلال میں تیرے فخر کیوں ہے پاسبانیٔ در
ذرۂ خاکِ در کی تابش سے جل گیا مہرِ آتشیں پیکر

۴۳ ہجرت کے وقت حضرت سرورِ عالم صدیقِ اکبر کے ساتھ غارِ ثور میں تشریف رکھتے تھے۔ غار کے سوراخ بند کر دیے گئے تھے مگر ایک سوراخ باقی تھا جسمیں حضرت صدیق اکبر نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا لگا دیا تھا۔ ایک سانپ نے انگوٹھے میں کاٹ لیا اور بالآخر حضور کے معجزہ سے شفا حاصل ہوئی۔ مہرۂ تریاک جو سانپ کے زہر کو دور کرتا ہے۔

۴۴ ایک مرتبہ حضرت صدیق نے راہِ خدا میں اپنا تمام گھربار لٹا دیا جسم ڈھانکنے کے لیے صرف ایک کمبل رہ گیا جسکو گریبان کے خیال سے کانٹوں سے سی لیا تھا۔ نشتریانِ حسود = حاسد کی رگ۔

گر تری بے رضا کرے گردش — ٹوٹے دولاب چرخ کا محور
ماجرا سن کے تیغ کا تیری — الاماں الاماں کہیں کافر
ذکر کرتے زبان کٹتی ہے — کیا بیاں کیجے تیری خنجر
دیکھ کر گرز خارہ دار ترا — ہو زرہ فرق خصم پر مغفر[۲۳]
تیری چین کمند دلکش کا — دم بھرے جذب ہے دم اژدر
کچھ تعجب نہیں جو چڑھ جاوے — قلعۂ چرخ پر ترا لشکر
کہ ہے قدسی گہر ملک فطرت — ق — جیش منصور میں ہر ایک بشر
تیری تلوار کی وہ آنچ کہ گبر — چھوڑ دیویں یہ پرستش آذر
دیکھ کر تیری تیغ کوہ شگاف — ٹوٹ جاتی ہے سرکشوں کی کمر
خط نصف النہار[۲۴] ہو محسوس — گر فلک کو عدو بناوے سپر
دور[۲۵] نصفت میں تیرے فتنہ کا — پاس اصحاب کہف کے بستر

۲۳ مغفر (خود) زرہ بن جاتا ہے یعنی زرہ کی طرح اُسمیں سوراخ پیدا ہو جاتے ہیں۔
۲۴ خط نصف النہار آسمان پر ایک فرضی خط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کا دشمن آسمان کو ڈھال کی جگہ کام میں لائے تو خط نصف النہار (باوجود خط موہوم ہونے کے) محسوس ہونے لگے گویا آسمان کی ڈھال میں بھی بال پڑ جائے۔
۲۵ اصحاب کہف چند خدا پرست لوگ تھے جو دقیانوس (کافر بادشاہ) کے دست ظلم سے تنگ آ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے جسمیں وہ ابتک سو رہے ہیں۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ آپکے انصاف کی وجہ سے فتنہ و فساد معدوم ہو گیا گویا اصحاب کہف کے پاس سو رہا ہے۔ کہف۔ غار

تو وہ عادل کہ ذکرِ کسریٰ میں — عدل کی تجھ سے داد چاہے عمرؓ
نردبازوں[٣٨] کو عہد میں تیرے — شش جہت جیسے مہرۂ ششدر
دزد چوری سے جی چرُاتے ہیں — گو نہ ہووے ذرا مقامِ خطر
فتنہ سازوں کو وہمِ فتنہ نہیں — دل ترا ہے جو کاشفِ مضمر
بادہ کش ایسے تلخ کام کہ ہے — کفِ مارِ سیہ مئے احمر
خُمِ واژوں[٣٩] فلک سبو سے تہی — دورِ بگذشتہ گردشِ ساغر
عیب جو خوردہ بیں کا یہ احوال — دو پہر کو فلک نہ آسکے نظر
ذکر میں انتظامِ حق[٤٠] کے ترے — مترادف ترحّم و کیفر
خوفِ عصمت سے تیرے آئے جو پاس — شمع پروانہ کے جلادے پر
لکھے گر ہے ترا اشتق بالغرض — صفحے سے محو ہو خطِ مسطر

---

٣٨ چونکہ آپ کا احتساب لہو ولعب سے مانع ہے اسلیے نرد (چوسر) کھیلنے والے مہرہ ششدر کی طرح حیران ہیں اور اُن کو کوئی راہ نہیں ملتی۔ مہرۂ ششدر نرد کی بازی میں اُس مہرہ کو کہتے ہیں جو بند ہو جائے اور چھیوں خانوں میں سے کسی خانہ میں نہ چل سکے۔

٣٩ آپ کے عہد میں شراب کا شغل دنیا سے اٹھ گیا اسلیے شراب کا خالی سبو چرخ واژوں کے خم کا حکم رکھتا ہے اور ساغر کی گردش گزرا ہوا دور سمجھا جاتا ہے یعنی سبو اُلٹ دیے گئے ہیں اور ساغر کا چلنا موقوف ہے۔

٤٠ آپ کے انتظام بر حق میں انعام و پاداش ہم معنی ہیں یعنی اگر آپ کسی کو سزا بھی دیتے ہیں تو در اصل اُس کے حق میں بھلائی کرتے ہیں۔

زر و سیم نثار کردہ ترا — ہے عروس زمانہ کا زیور
مومنا اب کرو دعا۔ کہ سنتا ہے — تیری تقریر گوش دل سے اثر
جب تلک گردش سپہر سے ہے — انتساب حدوث نیکی و شر
تیرے احباب نیک بخت مدام — تیرے اعدا ہمیشہ فال اختر
جب تلک اس تیرہ خاکداں میں ہے — کوئی گم کردہ رہ کوئی رہبر
تیرے حاسد ہوں غول صحرائی — تیرے پیرو ہوں پیشوا سے خضر
نیکخواہ اور خوبی دارین — بدسگال اب سے خوار تا محشر

---

(۴) منقبت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

[۱] جو اُسکی زلف کو دوں اپنے عقدۂ مشکل — تو بوالہوس کا بھی ہرگز کبھی نہ چھوٹے دل
تم اور حسرتِ ناز! آہ کیا علاج کروں — میں نیم جاں نہ رہا امتحان کے قابل
[۲] اُمید حورِ بہشتی پہ لاؤں کیا ایماں — کہ برہمن ہوں تو رد کردۂ بتانِ چگل

۱۔ اسلیے کہ میری مشکل کی گرہ محبوب کے خم زلف سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ بوالہوس۔ رقیب جو ہوس کا غلام ہے عشق کا بندہ نہیں۔

۲۔ میں برہمن بنتا ہوں تو بت مجھے منہ نہیں لگاتے۔ جب یہ حال ہے تو حورِ جنت کا وصال معلوم = چگل۔ ترکستان کا ایک حُسن خیز شہر۔

وہ شوخِ برق عناں خاک میں ملا دیوے
اگر ہو حسرتِ دنبالہ گردیِ محمل

چلا ہی جاتا ہوں میں گو چلا نہیں جاتا
غضب ہے شوق رسائی و دوریِ منزل

میں کیونکہ[۳] مطربۂ مہروش کو رام کروں
چلے نہ زہرہ پہ زنہار جادوئے بابل

مثال دیتے ہیں روزِ فراق سے کیا دور
بلائیں[۴] ہوں شبِ یلدا میں چرخ سے نازل

مزہ[۵] ہے وصل کا ہجراں کے بیشتر - یعنے
گلِ خزاں زدہ کو کیا بہار سے حاصل

ہوں بیگناہ ولے خوں بہا معاف کیا
کہ وارثوں سے کہیں ملتفت نہ ہو قاتل

خدا سے ڈر بُتِ بیدرد - ہے یہ کیا انصاف
کہ تو جفا سے نہ ہو اور وفا سے ہوں میں خجل

جو سیکھے[۶] فتنہ گری رنجِ عشق سے یاجوج
نہ ہو سکے کبھی سدِّ سکندری حائل

یہ کیا غضب ہے، کہ تمکو تو ربط غیر سے - اور
مجھے یہ حکم کہ زنہار تو کسی سے نہ مل

جلا پذیر ہو میرے غبارِ دل سے تو زنگ
فنائے آئینہ کے بعد بھی نہ ہو زائل

[۳] کیونکہ - کیونکر - یہ ایک بے سرو پا افسانہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ہاروت ماروت دو فرشتوں کا جو بابل میں تھے ایک مطربہ (زہرہ) پہ عاشق ہونا اور پھر اُس مطربہ کا آسمان پہ ستارہ بن کر اُڑ جانا بیان کیا جاتا ہے -

[۴] یہ نحوست اسلیے کہ شبِ یلدا کو روزِ فراق سے مثال دی جاتی ہے - شبِ یلدا = سال کی سب سے بڑی اور اندھیری رات -

[۵] - ہجر کے بعد اگر وصل میسر ہو تو بیسود پھول کو جب خزاں نصیب ہو چکی تو بہار سے کیا حاصل -

[۶] اگر قوم یاجوج عشق سے فتنہ گری سیکھ لے تو سدِّ سکندری بھی اُسکو نہ روک سکے -

۷ میں اپنی کشتیِ طوفاں رسیدہ سے خوش ہوں	کہ بحرِ عشق میں کامِ نہنگ ہے ساحل
وصالِ غیر کے طعنوں سے جی جلا اُس کا	کہاں وہ گرمیِ صحبت کہ خود ہوا میں خجل
نئی طرح سے میں کرتا ہوں اب غزل خوانی	عدو بھی چاہیے اس مرتبہ کے ہوں قائل

مطلع ثانی

دل اب کی بار ہوا ایسی بے جگہ مائل	کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے گا دل
فغاں کہ دلبرِ خود کام سے پڑا مجھے کام	حصولِ کار ہے بیکار دوستیِ بے حاصل
وہ تند خو کہ اگر جور سے پشیماں ہو	تو پھر عذر کرے نازہائے تاب گسل
۸ وہ پُر فریب کہ ہو دلنشیں تغافلِ ناز	ہمیشہ حالتِ عاشق سے گر رہے غافل
وہ سخت گیر کہ رہوے نہ طاقتِ جنبش	تو نیم جان غمِ عشق کو کہے کاہل
۹ وہ بے وفا کہ مکر جائے جان شکستن تک	کرے جو وعدہ روزِ جزا دمِ بسمل

۷ گویا عشق کے دریا میں لقمۂ نہنگ بنتا ساحلِ مقصود پر پہونچنا ہے۔ یا ساحلِ مقصود پر پہونچنا طعمۂ نہنگ ہونے کے برابر ہے۔ بہرحال شعر میں محبت کی ایذا پسندی پر زور دیا گیا ہے۔

۸ معشوق کی ادائیں اسقدر عاشق فریب ہیں کہ اُدھر وہ تو غفلت کرتا ہے اور اِدھر دل کو تغافلِ ناز کا گمان ہوتا ہے۔ تغافل = جان بوجھ کر بے خبر بننا جو خود یک گونہ التفاتِ نہانی کا پتہ دیتا ہے۔

۹ اُس کے وعدے اسقدر کم دیرپا ہیں کہ اگر اپنے عاشق سے اُس (عاشق) کی جانکنی کے وقت قیامت میں ملنے کا وعدہ بھی کر لیتا ہے تو دم توڑتے تک فوراً مکر جاتا ہے۔

وہ شمعِ انجمنِ نازہا ہے حوصلہ سوز | جو سمجھے خواریِ مشتاق رونقِ محفل
وہ جنگجو کہ اگر سہہ سکے رشکِ دشمن بھی | تو بے حیائی کے طعنے ہوں جان کے قاتل
وہ بے نیاز کہ لیلےٰ بھی گر رکاب میں ہو | نہ پھر کے دیکھے کہ کون آئے ہے پسِ محمل
وہ بدشعار و طرحدار دلربا جس سے | امیدِ وصل خطا - ترکِ آرزو مشکل
وہ شوخ بے سبب آزار و بیگنہ خونریز | کہ جرم[١٠] قاتلِ عثمان کا نہ ہو قائل
وہ نکتہ داں[١١] کہ تقیہ کو اصلِ دیں کہتا | دمِ شکایتِ عاشق ہو جو جفا سے خجل
وہ دو دلہ[١٢] ہیں کہ خدا پر کرے بدا ثابت | نہیں ہے غیر زبس اعتماد کے قابل
وہ کج ادا صنمِ خود پسند کافر کیش | کہ جسکے زعم میں باطل حق اور حق باطل
وہ فتنہ گر بتِ حق ناشناس نا انصاف | جو فرضِ عین کہے کینِ داورِ عادل
امامِ اہلِ یقیں شہریارِ کشورِ عدل | امیرِ لشکرِ دین و مبارزِ مقتل

١٠ حضرت عثمانؓ نے مدینہ منورہ میں اہلِ مصر کی بغاوت کے باعث ۳۵ھ میں شہادت پائی۔

١١ محبوب ایسا نکتہ داں ہے کہ جب عاشق ظلم کی شکایت کرتا ہے تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے تقیہ کا عذر پیش کر دیتا ہے یعنی جسے ستم سمجھتے ہو وہ درپردہ کرم ہے۔ اور جب جفا کرتا ہے عملاً وفا ہے گویا تقیہ پر بھی اسکا اعتقاد اسی مصلحت پر مبنی ہے۔ تقیہ = کسی غرض سے امرِ واقع کے خلاف اظہار کرنا۔

١٢ بدا = کوئی فیصلہ کر کے اُس سے رجوع کرنا۔ چونکہ غیر (رقیب) قابلِ اعتماد نہیں اور محبوب کو اُس پر اعتماد ہوا اسلیے غیر کو معتمد ثابت کرنے کے لیے وہ پہلے خدا پر بدا ثابت کرتا ہے۔ جس سے اُس کا مقصود یہ ہے کہ جب خدا باوجود ثبوتِ بدا قابلِ اعتماد ہے تو غیر پر کیوں نہ اعتبار کیا جائے۔

بلند پایہ عمرؓ جسکے قصرِ رفعت کا — گدائے خاک نشیں ہیں بناۂ آسماں منزل
جو شمس شمسۂ[13] قصر اُسکا ہو تو ہندسہ داں — کریں نہ مدخلِ ظل سے تمیز مخرجِ ظل
شہِ سریرِ خلافت مہِ سپہرِ کمال — محیطِ ابرِ نوال و سحابِ دریا دل
وفورِ بذل و کرم یوں پکارے کہتا ہے — کہاں ہے معن[14] کریم اور حاتم باذل
یہ احتساب[15] کی اُسنے نئی نکالی راہ — ہوا وفورِ سخاوت سے مانعِ سائل
حسابِ[16] دفترِ احساں کا اُسکے مشکل و سہل — کہ بے شمار ہے گو ہے فقط مدِ فاضل
جو دیوے تلخیِ خصمِ لئیم سے تشبیہ — کوئی بلید[17] تو سقمونیا نہ ہو مسہل

---

[13] شمسہ = چھتری اور زریں قرص جو کلس میں لگی ہوتی ہے۔ اگر سورج کو ممدوح کے محل کے شمسہ ہونے کا شرف میسر ہو تو پھر سورج کی روشنی نصف النہار کی طرح ہر وقت یکساں رہے یعنی نور ہی نور ہو اور سایہ کا پتہ نہو۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں سایہ کے مدخل اور مخرج کا امتیاز ناممکن ہوگا۔

[14] معن = عرب کا ایک مشہور سخی گذرا ہے۔ باذل = سخی۔

[15] احتساب شریعت کی رو سے سوال (گداگری) جرم ہے۔ یعنی ممدوح نے احتساب کا یہ نیا طریقہ نکالا کہ لوگوں کو طلب سے پہلے بیشمار مال و زر عطا کیا۔ اب کسی کو سوال کی حاجت ہی نہ رہی۔

[16] حساب سہل تو یوں ہے کہ صرف ایک مدِ فاضل ہی شمار کرتی ہے اور مشکل یوں ہے کہ محض اسی ایک مد میں آپ نے اسقدر بخشش کی ہے کہ محاسب عاجز ہیں۔

[17] یہ اسلیے کہ ممدوح کے دشمن کے تلخی کے سامنے سقمونیا کی تلخی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ سقمونیا ایک کڑوی دوا جو مسہل میں دی جاتی ہے۔ بلید = کند ذہن۔

رہے نہ بیمِ خسوف [18] اور نہ احتمالِ ہبوط ۔۔۔ جو اُسکی رائے سے ہو مستضئی مہِ کامل

معاندو- جو کہا خاتمِ رسالت نے ۔۔۔ کہ تیرے [19] بعد نبوت کے تھا عمرؓ قابل

ق

یہی خلافتِ اشد کی اُسکو بس ہے دلیل ۔۔۔ یہی امامتِ برحق کی اُسکو بس ہے سجل

بڑھایا [20] پایۂ الہام رائے صائب سے ۔۔۔ کہ مشورے پہ ہوئی اُسکے وحی بھی نازل

یقیں کہ راہنمائی ہے پیروی اُسکی ۔۔۔ نہیں تو سایہ سے کیوں بھاگتا ہو دیوِ [21] مضل

مثال عدل میں نوشیرواں کو تجھ سے غلط ۔۔۔ کہ بت پرست کہاں فارقِ حق و باطل

رواجِ حسنِ عمل تیرے دور میں یہ ہوا ۔۔۔ کہ گفتگو [22] میں بھی مرفوع ہوگیا فاعل

یہ جوش خانۂ کفار کی خرابی کا ۔۔۔ کہ خود گرا کے کلیسا کو راہبِ [23] خاذل

۱۸- خسوف = گہن - ہبوط = ضد شرف یعنی ستارہ کا اپنی جائے مقررہ سے پستی کی طرف آنا-

مستضئی = روشنی حاصل کرنے والا-

۱۹- ترجمہ ہے حدیث شریف لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ کا- سجل = فرمان-

۲۰- مختلف امور میں ایسا ہوا کہ جو مشورہ عمر فاروقؓ نے سرورِ عالم کے حضور میں پیش کیا اُسی کے مطابق وحی الٰہی بھی نازل ہوئی-

۲۱- مضل = گمراہ کرنے والا یعنی شیطان- اسمیں اشارہ ہے حدیث اِنَّ الشَّیْطَانَ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ کیطرف

۲۲- آپ کے عہد میں حسنِ عمل کی قدر یہاں تک ہے کہ اور تو اور گفتگو میں بھی فاعل مرفوع ہوگیا- مرفوع کے معنی ہیں صاحبِ رفعت و بلندی- نیز وہ لفظ جسپر رفع (پیش) ہو- عربی گرامر کا قاعدہ ہے کہ فاعل پر رفع ہوتا ہے- فاعل اور مرفوع میں ایہام ہے-

۲۳- راہب خاذل = درویش گوشہ نشین- راہب عیسائی درویشوں کے لیے استعمال ہوتا ہے-

۲۴ دمِ ہر خرابی تسخیر تیرا گوشۂ چشم ۔۔۔ نگاہِ لطف و غضب سے مثلث عامل
۲۵ وداد و خشم ترا صوفیوں نے دیکھا ہے ۔۔۔ جبھی تجددِ امثال کے ہوئے قائل
ترے زمانہ میں صد سالہ پیر فانی ہے ۔۔۔ زیادہ تر ہیں جوانانِ فتنہ گر کاہل
نہیں ہی جان میں جان رستم و نریمان کی ۔۔۔ ترے مقابل شجاعت کے جو ہوئے ناقل
یہ خوف ہے کہ اگر کیجیے ذکر خونریزی ۔۔۔ عدو ہوئے منقبض الطبع کو ترے بسمل
مثالِ دل جو زرہ پوش تھا [illegible] ۔۔۔ ہزار پارہ ہوا ہے بصدمۂ [illegible]
وہ آبِ تیغ میں تیری کہ کہتے ہیں دشمن ۔۔۔ ابھی سے ہم تو جہنم میں ہو گئے داخل
گر ہووے جب تری تکبیر قلعۂ اصطخر ۲۶ ۔۔۔ تو کیا عجب ہے کہ کلمہ پڑھیں بیابان جنگل

۲۴۔ مثلث = اہلِ عملیات کی اصطلاح میں اُس تعویذ کو کہتے ہیں جس میں ۳×۳ خانے ہوں۔ یہ تعویذ بہت موثر مانا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا گوشۂ چشم دوستوں کو مطیع کرنے میں اور دشمنوں کو برباد کرنے میں عاملوں کے مثلث کا حکم رکھتا ہے۔

۲۵۔ تجددِ امثال = مراد تصوف کی اصطلاح میں یہ ہے کہ انسان پر ہر آن فنا و بقا کی کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں اگرچہ یہ وجدان کو ناگوار تغیرات کے اصل حقیقت [illegible] باقی رہتی ہے۔ شعر کا مقصود یہ ہے کہ اصل میں ممدوح کے کرم اور غضب کے کرشمے دیکھ کر صوفیوں کو فنا اور بقا کی تجلیاتِ جلال و جمال کا قائل ہونا پڑا۔ وداد = دوستی۔

۲۶۔ اصطخر فارس کے ایک قدیم شہر کا نام ہے جو خلافتِ فاروقی میں فتح ہوا تھا۔ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے مدینۂ طیبہ میں بیٹھے بیٹھے کشفاً لشکرِ اسلام کی حالت معائنہ فرمائی اور تکبیر کہی جس کے اثر سے قلعہ کا ایک حصہ زمین پر آ رہا۔

شہا کسی نے نہ دی یاں مرے ہنر کی داد — کہ نکتہ فہم نہ تھا ایک بھی سر و پا دل

وہاں صلہ میں نعیمِ جناں کی ہے امید — اگر ہوا التفات ترا میرے حال کے شامل

وحیدِ عصر ہوا ہوں میں عقلِ اولیں ہے گواہ — فریدِ دہر جہاں میں ہیں مجھ پہ زباں سجل

یہی صلہ ہے یہی مدح مجھ کو زیبا تھا — یہی گمان ہے یہی دل میں تھا ترے قابل

۲۸ یہ وہبہ ہے کہ مناجات کرو اب جو کرو — نوا الصمتوا کہے وا کرے عابد شاغل

سنے جو شوقِ شبِ وصل ہے وہ سادہ لقا — کبھی نہ گردشِ ایام ہو سکے فاصل

مری سیاہی ہے وہ انتہا ہے کہ نقطے — سپند بن کے ہے گردش تمام کے حل

جہاں ہے ذکر مری دانش آفرینی کا — سفیہ ہے وہ جو بہلول کو کہے عاقل

اگر پڑے مرے پیکِ خیال کا سایہ — گرا دے شاہ سواروں کو کر کے پیادہ راجل

۲۷۔ وحید = یگانہ ۔ فرید = یکتا ۔ عقل اولیں = حضرت جبرئیل جن کو عقل کل بھی کہتے ہیں ۔ سجل = نامہ مہری مجازاً ثبوت ۔

۲۸۔ وہبہ = بخشش ۔ مراد بخشش نہیں ہے ۔ الصمتوا = خاموش ہو جاؤ

۲۹۔ میرے بیان میں یہ اثر ہے کہ اگر معشوق سادہ لقا وصل کا اشتیاق میری زبان سے سنے تو جدائی کا نام نہ لے اور گردش ایام میرے اور اس کے درمیان حائل ہو سکے جب کہ اس کا سادہ لقا کا ہے شوق سنتا ہے شب وصل کا باقی رہنا ظاہر ہے یہاں سادہ لقا کی لفظ سے خاص فائدہ اٹھایا ہے

۳۰۔ سپند = اسپند جو نظر بد کے دفعیہ کے لیے جلایا جاتا ہے ۔

۳۱۔ سفیہ = بیوقوف ۔ بہلول ایک درویش کا نام ہے جو بہت عاقل تھے مگر دنیا پر دیوانہ بنے رہتے تھے ۔

۳۲۔ راجل = پیادہ ۔

مرے کلام سے ہیں گو نہ گو نہ فائدہ مند　　ادیب و نبض شناس و منجم و فاضل
یہ نبض[۳۳] دیکھ کہ اپنی خطا سے ہو آگاہ　　گر اعتراض کرے کوئی حاسدِ جاہل
یہ معجزہ[۳۴] مرے سحرِ حلال کا ۔ کہ ہے کفر　　ہر ایک مذہب و ملت میں جادوئے بابل
زحل پرست جو میری عزیمتِ منظوم[۳۵]　　پڑھے تو کلبۂ مشک ہو دخانِ مُقل
اگر میں گریۂ مستانہ کا کروں مذکور　　زمینِ میکدہ بے ابرِ آذری[۳۶] ہو گل
ہے فرق لفظِ جدید اور معنیٔ نو میں　　نہ کیونکہ جیب مرے آگے ہو افصح وائل[۳۷]

۳۳- اگر مجھ پر کوئی حاسد جہالت سے اعتراض کرتا ہے تو خطا پر مطلع ہو کر آخر میں ذلیل ہوتا ہے
مومن استغفاری اپنا فیض بتاتا ہے کہ معترض کے جہل کو علم سے بدل دیا۔
۳۴- سحرِ حلال = شعر جو باوجود جادو کا اثر رکھنے کے جائز ہے ۔ ہر مذہب والے جادو کو کفر
جانتے ہیں اور یہ اصل میں میرے کلام کا اعجاز ہے کہ الاشیاء تعرف باضدادھا
حلال اور کفر کا مقابلہ واضح رہے۔
۳۵- اگر کوئی زحل پرست میرا نظم کیا ہوا منتر پڑھے تو گوگل کی دھونی مشک کی خوشبو
بن جائے قاعدہ ہے کہ زحل کی تسخیر کے وقت گوگل کا بخور کرتے ہیں ۔ عزیمت = منتر مُقل = گوگل
۳۶- ابر آذری = وہ بارش جو پوس کے مہینے میں ہو ۔ مہاوٹ
۳۷- افصح وائل = عرب کا مشہور فصیح جس کا نام سحبان بن وائل ہے اُس میں
یہ کمال تھا کہ سال بھر میں ایک مرتبہ بولتا تھا اور جو لفظ ایک بار بولتا پھر کر نہ کہتا ۔ یعنی
وہ الفاظ نئے بولتا تھا اور میں معانی نئے پیدا کرتا ہوں۔

کلام حد سے زیادہ سزا نہیں مومن — مباد طعنۂ طول مقال سے مبطل[۳۸]
خموش تا بکجا لاف ہائے بے معنی — خموش تا بکجا ترہات[۳۹] لاطائل
دعا پہ ختم سخن کر کہ شور آمیں سے — اٹھا اٹھائیں گے مُردوں کو غش کے حال
نصیبِ روزِ جزا جب کرے نزولِ جلال[۴۰] — زمیں پہ چرخ سے تختِ شہنشۂ عادل
موافقوں کو بہشت و ترقی درجات — مخالفوں کو جہنم کا طبقۂ اسفل

منقبت امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

ہے یہی حسرتِ دیدار تو مرنا دشوار — دم شماری کی مری عمر ہی یا روز شمار
بدگمانی نے دعا سے بھی رکھا محروم آہ — راز دل غیر سے کس طرح میں کرتا اظہار
دور اتنے رہے محرومیِ قسمت سے کہ ہم — سمجھے ہندی صنموں کو بھی بتانِ فرخار[۱]
دیکھ اتنا میں ترے عشق میں رسوا کہ ہوئے — جلوہ گر مہر گیا[۲] دشت سے لے تا کہسار

---

۳۸ - مبطل = باطل کرنے والا کنایہ ہے حجا لاف سے۔
۳۹ - ترہات لاطائل = بیہودہ بکواس۔
۴۰ - اس جملہ میں تخت شہنشہ عادل فاعل اور نزول جلال مفعول اول اور نصیب مفعول دوم ہے
۱ - فرخار ترکستان کا ایک مشہور حسن خیز شہر ہے۔ یعنی ہم ہندی صنموں سے اتنی دور رہ سکے انکو معشوقانِ فرخار سمجھے۔
۲ - مہر گیا = ایک قسم کی گھاس ہے جسکو ہندی میں لکھمنی کہتے ہیں۔ اسکی خاصیت یہ مشہور ہے کہ جو کوئی اسکو اپنے پاس رکھتا ہے محبوب خلائق ہو جاتا ہے۔

۳ ہے سبب قتل سے آیا نظر انجام اپنا — سرمۂ دیدۂ دشمن ہے مری خاکِ مزار

۴ دھوم ہے تابشِ خورشیدِ قیامت کی مگر — مجھ سے اللہ نہ پوچھیگا عذابِ شبِ تار

دردِ سر میری شکایت نہیں یہ تم کو — بزمِ دشمن میں جو مے پی تھی سو اسکا ہے خمار

۵ تاب بھی دیکھ کر اُس بت کی تجلی نہ رہی — میری قسمت میں تو تھا ہائے خدا کا دیدار

بیٹھے تو غیر کے پیچھے ہو کے کتنے افسوس — ۶ دستِ گل خوردہ مرا ہو نہ گلے کا ترے ہار

خاک ڈالی ہے جو سر پر تو اُسی کوچہ کی — یوں ہیں دیوانہ ہوں یہ کام میں اپنے ہشیار

حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے — میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ تم ہو عیار

۷ سیر کو باغ میں وہ شاخِ گل آجائے اگر — سرو و شمشاد سے قمری نہ کرے فرقِ چنار

---

۳ - سمجھے بے سبب قتل عبرت دیکھ کر رقیب کی آنکھیں کھل گئیں - اور اُس نے دیکھ لیا کہ میرا بھی ایک دن یہی انجام ہونے والا ہے - گویا میری خاک مزار اُسکی آنکھوں کا سرمہ بن گئی -

۴ - تابش خورشید قیامت کی بڑی دھوم ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید خدا مجھ سے عذاب شب تاریک ہجر نہ پوچھے گا ورنہ اس عذاب (تابش خورشید) سے کیا نتیجہ - یعنی خورشید محشر کی دھوم جب ہی تک ہے کہ میں عذاب شب تار بیان نہ کروں -

۵ - یعنی اگر اس امتحان میں پورا اُترتا تو شاید آخرت میں بھی دیدار الٰہی کی تاب لا سکتا - اُمید جو بہشتی پہ لاؤں گا یا نہ آگر

۶ - دست گل خوردہ = وہ ہاتھ جو داغ دیا گیا ہو -

۷ - اگر محبوب نازک بدن باغ میں سیر کو آجائے تو اُسکے سامنے قمری سرو و شمشاد کو بھی ایسا ہی حقیر سمجھے جیسے چنار کو - قمری کا عشق سرو و شمشاد سے مشہور ہے -

۸ ہم سے دشمن نے ترے راز کہے مستی میں — ایسے کم ظرف کو دیتے نہیں جام سرشار
۹ پرسشِ گور کا اب ڈر ہے غلط فہمی سے — ہائے جو دشمنِ جاں تھا اُسے جانا دلدار
بے وفا بوالہوس اور آپ ستمگر سچ ہے — نہ تمہارا کوئی عاشق نہ ہمارا کوئی یار
کیا ترا تیر ہوا تشنۂ خوں سے ظالم — واں سے آتا ہی نہیں باز دہانِ سوفار
حور کا ذکر ہو سن لے کرے گر واعظ — مجھ کو اُس شوخ کے سوا اور سے کیا ہے سروکار
پھر سے سینہ پہ قدم اور سے مت رکھ ظالم — ہاں نہ چبھ جائیں کفِ پا میں کہیں دل کے خار
کس کی دل گرمیٔ بیجا نے جلایا جی کو — کہ ہے خاکسترِ گلشن مری خاطر کا غبار
پہلوئے خصم میں نہ جا ہے یہ خمار اے ساقی — ڈروں میں خمیازہ کشِ حسرتِ آغوش کنار
بات میری کبھی کسی طرح سمجھتا ہی نہیں — رحم آتا ہے کہ ناصح بھی نہ ہو عاشقِ زار
غیر کو بام پہ آ جلوہ دکھایا تم نے — یہ نہ سوچا کہ گرا ہے کوئی زیرِ دیوار
تو پہ خورشید سے ہے جرمِ قمر کی تابش — سے ہے ہو کیوں نہ فزوں حسنِ رخِ ماہ عذار
ہم رسوائی اور اندیشۂ بدنامی سے — کیا کریں کر نہ سکا وحشتِ دل کا اظہار

۸ — زندگی اس غلط فہمی میں بسر ہوئی۔ مرنے کے بعد پرسشِ گور کا خوف کھائے جاتا ہے۔ ہر دو
ہم فکرِ قیامت دارد آں سیمیں چہ قدر بدخو است۔

۹ — یہ مومن کا خصوصی انداز ہے کہ وہ اپنی خواہش کو اس طریقے سے بیان کرتا ہے کہ مخاطب اس میں اپنا فائدہ سمجھے۔ مثلاً یہاں سینہ پر قدم نہ رکھنے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ تمہارے پاؤں میں کانٹے نہ چبھ جائیں۔ ملاحظہ ہو۔ ہے دوستی تو جانبِ دشمن نہ دیکھنا۔ جادو بھرا ہوا ہے تمہاری نگاہ میں (مومن)

تجکو دکھلا دوں تماشا میں جنوں کا اپنے | آرسی کوئی یہ پوشش جو ترے ترسا ہو دوار
دیکھتا ہے ترے ابرو کی طرف یوں مہِ عید[10] | جس طرح سوئے ہلالِ رمضاں بادہ گسار
تنگ[11] ہیں صحبت سے آخر مرے کام آئے گا | واں نکالینگے جہنم سے مجھے اہلِ دیار
شاد و شاداں آئے عیادت کو دمِ آخر تم | ایسے بیدرد پہ کرتا ہے کوئی جان نثار
اور اک کھینچتے ہیں شعلہ فشاں نالۂ گرم | کیا کریں یوں ہی نکالینگے دلِ زار کا غبار

مطلع ثانی

ٹپکنا ہی نہ سہی مجھکو ہے تم سے سروکار | چھیڑ دوں آپ ہی وفا کر کے وفا سے بیزار
آ گیا لب پہ دم اور ابھی تلخی ہی تم | بوسہ دینے کا ہی شکوہ ہے کیا تھا اقرار
کس ادا سے مجھے کہتا ہے کہ حیراں ہو تم | چھیڑنے کو جو کہا میں نے اُسے گلزار
گر تمہیں صحبتِ اغیار سے پرہیز نہیں | ہم بھی کچھ اپنا آزار کریں گے ناچار
ہیچ ہے مفلس کو نہیں جوشِ جنوں کی لذت | زخمِ دل کے لیے پیدا نہوا مشتاقِ تمار
دل چلے مجلسِ دشمن میں جو ہو شمع لقا | مجھکو چھیڑا نہ کرو تم سے کہا ہے سو بار

۱۰- یعنی مہِ عید تیرے ابرو کو خوف سے دیکھتا ہے۔

۱۱- اہلِ دیار کو میری صحبت سے تنگ آ گئی ہے۔ اگر یہی حال رہا تو بیچارہ کا حاصل ہے کیونکہ جہنم میں بھی وہ مجھے اپنے پاس سے نکال دینگے۔ یہ مومن کی ستم ظریفی دیکھیے کہ تمام اہلِ دیار کے مآل کو ایک امر طے شدہ قرار دیتا ہے۔

[12] پائے خم ہی تھی سزاوار ہے - زیبا ہوتی
محتسب کے سر ناپاک پہ اپنی دستار

[13] رنج کے بعد ملوں کیا - کہ رہائی معلوم
ہاتھ آ جائے جو صیاد کے رم کردہ شکار

فائدہ وصل ہو سنا کس سے؟ وہ بات کرو
جس سے ہر دم مجھے رنجش ہو نہ تم کو آزار

[14] کیا کہوں قصۂ طغیانی دریائے سرشک
دیکھ لو آئینۂ چرخ ہے زیر زنگار

رشک [15] وہ شے ہے کہ ہر اک ملک الموت مجھے
نظر آتا ہے فرشتہ ہی اگر ہوں اغیار

نقد جاں اپنی تجلی کی نہ کہنا قیمت
صبح محشر کہیں بن جائے نہ روز بازار

کیا ہو گر اس کے ستم روز جزا بھی نہ کھلیں
میں نے واعظ سے سنا ہے کہ خدا ہے ستار

دائم اس جان کے دشمن سے جدا ہی رکھا
تھا سپہر ستم ایجاد کہاں کا مرا یار

بے مروت مری نظروں میں ہیں انداز ترے
آجکل کچھ نگہ لطف ہے سوئے اغیار

آپ دیکھا نہ سنا اور سے - پر جھوٹ نہیں
تیری آنکھیں کہے دیتی ہیں وہ کرنا انکار

۱۲- اس شعر میں کمال شوخی و رندی سے کام لیا ہے - کہتا ہے کہ محتسب نے چھین کر میری دستار باندھ تو لی مگر اس کے سر پہ جچی نہیں - اصل میں اس دستار کے لیے موزوں جگہ پائے خم ہی ہے - پائے خم = خُم شراب کے نیچے - سر و پا کا مقابلہ ظاہر ہے -

۱۳- اب اس رنجش کے بعد میں معشوق سے ملنا نہیں چاہتا کیونکہ اگر ایک بار کا چھوٹا شکار (میں) دوبارہ صیاد (محبوب) کے ہاتھ لگ گیا تو پھر رہائی محال ہے -

۱۴- میرے آنسوؤں کا دریا بڑھ کر آسمان تک پہونچ گیا تھا - ثبوت یہ ہے کہ اب تک آئینہ چرخ زنگ آلود ہے اسی بنا پر آسمان کو خضری یا سبز کہتے ہیں - قاعدہ ہے کہ آئینہ پر پانی سے زنگ آ جاتا ہے -

۱۵- رقیب فرشتے (معصوم) ہی کیوں نہ ہوں تاہم میرے رشک کا یہ عالم ہے کہ مجھے ہر ایک ملک الموت کی طرح حائل نظر آتا ہے -

اسے مسلم چاہیے مومن کی فراستِ خداد — کیا چھپیں اُس سے [illegible] مضمر اسرار

سو ہیں زیب دہِ صدرِ خلافت عثمانؓ — جنکی مسند کے سرے فلکِ اطلس خوار

لطف سے اسکے زمیں تختۂ باغِ فردوس — خلق سے اُسکے زباں نکہتِ دکانِ عطار

اسکے احسانِ فراواں کا جو مذکور چلے — کم ہے [illegible] تقریر جو چاہے بسیار

قلزمِ جود کا وہ جوش کہ پانی پانی — اُسکے [illegible] موجِ انہار

ق

آتشِ مہرِ حمل کو تہ بجھا دیوے کہیں — شعلۂ رشک سے جلتا ہے سحابِ آذار

بیرِ رومہ کی حکایت ہیں کہاں تک وہ زباں — سلسبیل اُسکے ہے دریائے سخاوت کا نالا

کرۂ آب ہو گر قطرۂ عثمانؓ آہم — صدف چرخ کرے شکوۂ طغیانِ بحار

۱۴— حدیث میں حضرت عثمان کے حق میں آیا ہے اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ (مومن کی فراست دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ نورِ الٰہی کے ذریعہ سے دیکھتا ہے)

۱۷— سورج جب برجِ حمل میں ہوتا ہے تو اسے مہرِ حمل کہا جاتا ہے۔ سحابِ آذار بہار کے مہینہ کا بادل۔ مہرِ حمل کی تمازت کو فرو کرنا سحابِ آذار کا کام ہے لیکن ممدوح کے قلزمِ جود کے جوش سے آتشِ مہرِ حمل کے بجھ جانے کا اندیشہ ہے اس بنا پر سحابِ آذار کو رشک پیدا ہوا۔

۱۸— بیرِ رومہ مدینہ منورہ کا ایک کنواں ہے جسے سیدنا حضرت عثمانؓ نے حضورِ سرورِ کائنات کے ایما سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور جنت کی بشارت کے مستحق ہوئے تھے۔

۱۹— اگر پانی کے کرہ کو [illegible] کے قطرہ کی برابری میسر ہو جائے تو اسکا طوفان اس قدر بڑھے کہ صدفِ چرخ بھی طغیانی کی شکایت کرنے لگے۔

۲۰ دستِ یاقوت فشاں ہو دلِ جود اگر | کوہِ سیلاں پہ بنے خاکِ قضا سے گلزار
۲۱ کرم اُسکا ہو اگر پایہ فزائے اعداد | ذروۂ عرش کو بھی صفر گنے صد شمار
ذکرِ بخشش میں بیاں شعر کے جھڑتے ہیں منھ سے موتی | مدح خواں کے لیے ہر یاں صلہ بیش از اشمار
اُسکے جاہ کا ہے اگر کرم کو دیجیے تشبیہ | ہے تمکیں ۲۲ شعلۂ جوالہ کو آجائے قرار
نظرِ لطف سے گر جا پڑے گر عاشق پر | کرے حیرت سے بدل شرم کو چشمِ بیمار ۲۳
اُسکے دروازے کے دربان کا آرام تو دیکھ | ہو گیا دشمنِ بسمل کو تڑپنا دشوار ۲۴
شرط ہے یاں سے پیمانِ خلافت اُس کا | وہ مسلماں ہی کیا جسکو ہوا تسلیم انکار

۲۰- دماغ میں ہے جو حسنِ تعلیل ہے کہ آپ اپنے یاقوت فشاں ہاتھ دھوئیں تو وہ زمین یاقوت خیز ہونے لگے کوہِ سیلاں سے بھی سبقت لے جائے۔ کوہِ سیلاں یا شیلان ایک پہاڑ ہے جہاں سے یاقوت بکثرت نکلتا ہے۔

۲۱- اگر آپ کرم سے اعداد کی قدر و قیمت بڑھا دیں تو بہت سے عرش کی بلندی کو بھی صفر شمار کریں
صفر = خالی یا ہیچ اور اصطلاحِ حساب میں معنی اُس کے معروف ہیں کہ اعداد کی قیمت دس گنی بڑھا دیتا ہے۔

۲۲- شعلۂ جوالہ = گھومنے والا شعلہ جو چکر سے نکلتا ہے - تمکین = وقار - بردباری۔

۲۳- چشمِ معشوق بجائے شرم کے حیرت میں مبتلا ہو جائے لیتی ہیں کہ بدلے حیراں کے نام سے موسوم ہو۔

۲۴- اُس امن و عافیت کے حریم میں ممدوح کے تڑپنا دشمن کو تڑپنا محال ہو گیا - اس میں نکتہ یہ ہے کہ اس صورت میں دشمن مجروح کی کرب دائمی اور بڑھ جائے گی۔

قصۂ بیعت رضواں میں اشارہ ہے یہی [۲۵] — ورنہ کوئی نہیں ہمسر رسولِ مختار
احتساب اُسکے ہے [۲۶] گو محفلِ کفار بھی ہو — ذکر تحریم مزامیر کرے موسیقار
گل ہوا ہیم سے پھر غنچہ کہ تھا صورتِ جام — دیکھ کر باغ میں مستانہ صبا کی رفتار
[۲۷] جب تلک فتوی برجیس نہ ہو کیا مقدور — کہ کوئی کام کرے یہ فلکِ ناہموار
توڑ دیں سبحۂ زاہد کے لیے یوں ہندو — ہیں اسی واسطے گویا کہ پہنتے زنار
[۲۸] کاٹ لے ہاتھ ہی پہلے وہ اگر ہو دزدِ حنا — اپنے مرنے سے [illegible] جان چرائیں کفار
اُسکی تلوار کے آہن کا گر آئینہ بنے — زرد تر چہرۂ عاشق سے ہو رنگِ رخِ یار

۲۵ - بیعت رضوان سے وہ بیعت مراد ہے جس میں رسول مقبول (روحی فداہ) نے صحابۂ کرامؓ سے ایک درخت کے نیچے بیعت جہاد لی تھی - (ان) اصحاب حسب وعدہ قرآن رضوان اور بخشش الٰہی کے مستحق ٹھہرے تھے۔ اس موقع پر حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی عدم موجودگی میں جو رسالت کے کار خاص سے مکہ مکرمہ کو بھیجے گئے تھے اپنا ایک دست مبارک دوسرے پر رکھا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے۔

۲۶ - آپ کے دور احتساب میں کفار کی مجلس میں بھی موسیقار مزامیر (باجے) کے حرام ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ موسیقار ایک پرندہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موسیقی اسی سے اخذ کی گئی ہے -

۲۷ - فلک کجرو بھی آپ کے زمانہ میں برجیس (قاضی فلک) کے فتوے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

۲۸ - واضح رہے کہ شریعت مقدسہ میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے - شعر میں جان چرانے کے الفاظ سے خاص فائدہ لیا ہے -

معنیِ روشن و مضمون بلند اور متین | سامعیں کو ہے اگر مطلعِ نو پہ اصرار

مطلعِ ثالث

اے شہِ عرش سریر و مہِ خورشید عذار | درِ دولت پہ ترے انجم و افلاک نثار

توسنِ چرخ سے تشبیہ فرس کا ترے ننگ | کلبِ جبار[29] سے نسبت سگِ در کو ترے عار

سائلوں کا ترے کوچے میں ہے یوں فیض ہجوم | جیسے گلزار میں ہنگامِ سحر جوشِ ہزار

جل رہے ہیں ایسے یہ دن بھی نہیں کیوں گریاں | تیرے حسّاد کے احوال پہ ہے شمعِ مزار

صرصرِ عاد سے غالب کہ تپش نہ کرے | وہ ورق جس پہ رقم ہوں ترے اوصافِ وقار

جا کے جنت میں یہی زینتِ گردوں کی ہوں | ورنہ مرغانِ[31] اولی اجنحہ کیوں ہوں طیار

بحرِ ارشاد و ہدایت سے تری ہو جاوے | فیضیابِ ہم تاثیر اگر ابرِ بہار

ق

موسمِ گل میں سیہ مست جواں تائب ہو | روزِ باراں میں کرے پیرِ مغاں استغفار

دلِ[32] روشن نے ترے بسکہ کیا تھا حیراں | صرف آئینہ ہوا خاطرِ حاسد کا غبار

۲۹- کلبِ جبار = ایک ستارہ کا نام ہے جس کی صورت کتے کی سی ہے -

۳۰- نہیں = ورنہ

۳۱- مرغانِ اولی اجنحہ = بڑے بازوؤں والے پرند یعنی فرشتے - طیار = اُڑنے والے

۳۲- آپ کے دلِ روشن نے حاسد کو حیرت زدہ کر دیا گویا اس حیرت کی وجہ سے (نہ کہ صفا سے) اُسکا دل آئینہ ہو گیا - اور اُسکے غبارِ خاطر میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی کہ وہ اس آئینہ کے صیقل کا کام دیسکے یعنی دلِ حاسد کی حیرت کو اور ترقی دے - غبارِ خاطر کنایہ ہے کدورت اور کینہ سے روشن ہو آئینہ اور حیران میں مراعاۃ النظیر ہے - قاعدہ ہے کہ گرد سے رگڑ کر آئینہ کو جلا دیتے ہیں -

شکوۂ غمزۂ سفاک نہیں عاشق کو — اُٹھ گئی تیرے زمانہ میں یہ رسمِ آزار

آبلے[۳۳] صرفہ میں افلاک ہیں کیوں سرگرداں — کب ہوا ایسے شریروں کو ترے عہد میں بار

مقتبس ہیں[۳۴] مہ و خورشیدِ درخشاں تجھ سے — ہے منجم کو اسی واسطے کشفِ اسرار

راکب[۳۵] جزم ترا ناقۂ صالح پہ سوار — رائض عزم ترا دوشِ ملائک پہ سوار

گشت کیا چرخ ترے حکم کے چوگاں کے لیے — لامکاں کیوں نہ ہو پہنائے سمند مضمار[۳۶]

تذکرۂ قصۂ یوسف ترے ایام میں ترک — غم شکستہ ہیں جو تیرے لبن سے اپنی بیزار

سیلِ خوں دور ترے ہے گل کے لیے رگ پائی — کرے تعمیرِ مکاں تو جو ارادہ معمار

پایۂ[۳۷] عرش پہ ہو کیوں نہ غلافِ اطلس چرخ — پوششِ ساقِ نبی تیری حیا سے ہو ازار

۳۳- آبلے صرفہ = بیکار رہتے ہیں۔

۳۴- چاند اور سورج نے آپ کی روشن ضمیری سے فیض حاصل کیا ہے۔ اسی وجہ سے ان میں یہ صفت آ گئی کہ منجم کو ان سے اسرارِ کائنات روشن ہوتے ہیں۔

۳۵- آپ کے ارادہ کی پختگی کو ایک راکب سے تشبیہ دی ہے جو حضرت صالح کے ناقہ پہ سوار ہو۔ اور آپ کی ہمت کو ایسے چابک سوار (رائض) سے تمثیل دی ہے جو فرشتوں کے کاندھے پہ بیٹھا ہو۔ حضرت صالح کو غیب سے ایک اونٹنی بطور معجزہ کے دی گئی تھی جسے ہلاک کرنے پر کفار موردِ عذاب ہوئے تھے۔ ۳۶- مضمار = گھوڑ دوڑ کا میدان۔

۳۷- ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم تشریف رکھتے تھے اور ساقِ مبارک سے پیرہن سرک گیا تھا۔ متعدد صحابۂ کبار خدمت میں آئے اور آپ یونہی بیٹھے رہے۔ جب حضرت عثمان حاضر ہوئے تو حضور نے ساقِ اطہر پہ کپڑا ڈال لیا اور فرمایا کیا میں اس سے شرم نہ کروں جس سے ملائک بھی شرماتے ہیں۔

۳۸ صوفیوں نے ترے چہرے کا جو دیکھا عالم — ہو گئے قائل کہ تجلی کو نہیں ہے تکرار

خوف سے تیری عدالت کے لگا کر مستی — سرخی لب کو چھپاتے ہیں بتان خونخوار

۳۹ اوج لاہوت کا ہے طائر اندیشہ کو شوق — واں سے آتا ہے نظر جو تری رفعت کا حصار

اے شہ پایہ فزا! اوج ہوا گر تیرا — پستی بخت فلک سارے ہو شکوہ گزار

ق

تجھ سے فریاد رسا ہے جو تراش تھا سائل — بہ ترحم کہ ہم بھی ہیں فقیر آئے زنہار

طالع پست کی نسبت ہے مرے وارون چرخ — بخت تیرہ سے مرے روز ہوا تیرہ و تار

۴۰ روز یا حور و دن اور رات شب یلدا سے — دونوں اتنا ہی بڑا لیتے ہیں سرخی لیل و نہار

میرے اقبال کا آ جائے اگر دور قریب — ۴۱ تو ثوابت سے گراں رو ہو بحکم سیار

---

۳۸ — صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ تجلیات الٰہی کی تکرار نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے چہرہ بے مثل کو (جو مظہر تجلیات ہے) دیکھ کر صوفیہ کو یقین ہو گیا کہ تجلی کی تکرار نہیں ورنہ آپ کے جمال کا مثل دنیا میں ہوتا۔

۳۹ — لاہوت = عالم ذات الٰہی۔ طائر خیال کو اوج لاہوت تک پہنچنے کا شوق ہے صرف اسلیے کہ وہاں پہنچ کر آپ کی بلندی منزلت کا حصار کسی قدر نظر آتا ہے۔ یہ شاعر کا مبالغہ ہے کہ ممدوح کے حصار رفعت کو اوج لاہوت سے بھی بلند قرار دیا ہے۔

۴۰ — روز یا حور = ماہ تموز کے آٹھ روز جو نہایت گرم ہوتے ہیں۔ شب یلدا = سال کی سب سے بڑی اور تاریک رات۔ قاعدہ ہے کہ کبھی دن بڑے کبھی رات بڑی مگر میرے حق میں دونوں یا ایک آفت ہے یعنی جتنا دن سخت اتنی ہی رات دراز۔

۴۱ — یعنی ثوابت بھی سیارے سست چلنے لگیں مراد یہ ہے کہ وہ بھی ساکن ہو جائیں۔

ذروۂ اوج سے برجیس کو رجعت ہو جائے [۴۲] ق — ثور میں زہرہ کرے مہ کے قران سے انکار

تا کہ ہو جائے ہر آزار کا مقصد برا ایک ایک [۴۳] — سخت نحسین کو ہے دفع طبیعت پہ قرار

بندہ ہے امید کہ اک خوشۂ گندم کی مجھے [۴۴] — مہر تحویل سے ہو برج شرف کی بیزار

گر حصول زر مسکوک کی سمجھوں میں دلیل [۴۵] — ناخن شیر سے ہو سینۂ خورشید فگار

خون کے میرے ارادہ سے ہوا ذابح سعد [۴۶] — قتل پہ میرے کمر باندھے ہے شکل جبار

زیست اپنی ہے تو تربیع و تقابل کے سوا [۴۷] — بھول جاوے گا منجم جو ہیں باقی انظار

۴۲ - برجیس (سعد اکبر) کا شرف میں ہونا سعادت کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح برج ثور میں زہرہ (سعد اصغر) اور قمر کا اجتماع بھی مبارک سمجھا جاتا ہے۔ ذروہ = بلندی۔ رجعت = واپسی۔

۴۳ - نحسین = دو منحوس ستارے نحس اکبر (زحل) اور نحس اصغر (مریخ) یعنی نحسین نے اسے یہیں قرار کر لیا ہے کہ میری طبعی ترقی کو روکیں۔ اسطرح دونوں میرے ستانے کی سازش میں باہمی تقسیم عمل کر چکے ہیں۔

۴۴ - جب سورج برج حمل میں آیا جو اسکے لیے درجۂ شرف ہے تحویل کرتا ہے تو گرمی کا زمانہ آتا ہے اور گیہوں پکنے لگتا ہے۔

۴۵ - اگر خورشید کو دیکھ کر مجھے زر مسکوک (اشرفی) کے ملنے کی امید ہو تو ناخن شیر (برج اسد) سینۂ خورشید کو زخمی کر ڈالے۔ اس شعر میں مومن نے اپنی تیرہ اختری پر زور دیا ہے۔

۴۶ - سعد ذابح = قمر کی بائیسویں منزل جو صورۃً ذبح کرنیوالے سے مشابہ ہے۔ ذابح اور خون کی رعایت ظاہر ہے۔ شکل جبار = ستاروں کی ایک شکل ہے جو کمر باندھے ہوئے مسلح انسان سے مشابہت رکھتی ہے۔

۴۷ - جب دو ستاروں کے درمیان بارہ برج کا ربع یعنی تین برجوں کا فاصلہ ہو تو اسکو نظر تربیع کہتے ہیں اور جب چھ برجوں کا فاصلہ ہو تو اسکو تقابل کہتے ہیں یہ انظار (نظریں) عداوت و نحوست کا اثر رکھتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر میں سلامت ہوں تو تربیع و تقابل کے سوا منجم باقی تمام انظار بھول جائیں گے۔

حور جنت کی بھی امید خدا سے نہ رہی
شور محشر سے نہ ہونگے مرے طالع بیدار

نہ ہنر کی مرے پرسش نہ سخن کی مرے قدر
نہ گہر کی مرے ارزش نہ طلا کی معیار

کس قدر حکمت اشراق (۴۸) سے جی جلتا ہے
ہوگئے شعلۂ دوزخ مرے دل کے انوار

غم بیہودگیِ ہیئت سے جگر چاک ہوا
خرق افلاک (۴۹) سمجھا تھا میں کتنا دشوار

کیا حساب اس لئے سیکھا تھا کہ گھر میں بیٹھے
کیجئے درہم و دینار کو داغوں کے شمار

نہ ہوا بسکہ مریضوں سے حصول لاریخ
کر دیا مجھکو مری چارہ گری نے بیمار

دُرِ منثور مرے زینت صد صدر ہوئے
لیک بزم امرا میں نہ ملا مجھکو بار

سو شگافی کی بہت شعر میں پر فائدہ کیا
ہے وہی دست تہی شانۂ زلف ادبار

نہ صلہ مدح کا پایا نہ غزل کا انعام
ہائے (۵۰) ناکامی یاقوت و لب لعل نگار

کف رنگین نے کیا خون خیال رنگین
دست و دربار کی ثنا کی ہے زباں پا

اب تلک ہاتھ بھی خالی ہے بغل بھی خالی
کیا امید بر سیمین (۵۱) و زر دست افشار

۴۸ حکمت اشراق حکمائے قدیم کا وہ طریقہ جس میں تصفیۂ قلب کے ذریعہ روشن ضمیری و بمعرفت شناسائی کی تجلی ہے بغیر طریقۂ استدلال

۴۹ خرق افلاک = آسمان میں شگاف ہونا جو بزعم اہل ہیئت محال ہے۔

۵۰ ناکامی = عدم حصول ۔ یاقوت کو صلۂ مدح اور لب لعل معشوق کو انعام غزل قرار دیا ہے شعر میں لف و نشر مرتب ہے۔

۵۱ بر سیمین = محبوب کی آغوش سیمیں ۔ زر دست افشار = خسرو پرویز کے پاس کچھ سونا تھا جو موم کی طرح ملائم تھا

داد قسمت کہ نہ دے خوردۂ گل بھی گلچیں ۔۔۔ زمزمے مرغ گلستان کے سے کھینچوں ہیں ناز
کیا قیامت ہے کہ اکدم نہ ٹھہرنے پاؤن ۔۔۔ دون اگر خلد سے تشبیہ دکانِ خمار
دُرِ نایاب تو کیا خاک سے بھی منھ نہ بھرے ۔۔۔ جسکے در پر مین کرون لولوے شاداب نثار
مدح خوانی کا مرے جائزہ شاہی بھی نہین ۔۔۔ وا رے حرمان کہ ہین بے جائزہ اپنے اشعار
ہین ہنر سب سبب رنج جہان غمگین گیاہ ۔۔۔ خاصیت[۵۲] سے ہو سزاوارِ شکنج عصّار
مومن اے ہرزہ درا نالہ و افغان سے حصول ۔۔۔ ذکر کیا راہ پہ آئے فلکِ ناہنجار
بس بس آہنگ دعا سمجھی ممدوح کہ ہے ۔۔۔ متصل عرش معلے سے نزولِ آثار
جب تلک گردش افلاک سے اہل عالم ہین ۔۔۔ ایک کے دل کو قلق ایک کے دل کو ہو قرار
تیرے احباب رہین تکیہ زنِ مسندِ عیش ۔۔۔ تیرے حسّاد ہون آوارۂ دشت ادبار

---

۵۲ یعنے جس گھاس مین کوئی خاصیت ہوتی ہے اوسی کو روغن گر اعصار شکنجہ مین ڈال کر دباتا ہے۔

منقبت امیرالمومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کٹتی ہے میری تیغ زبان سے زبان تیغ — کیونکر سخن فروش[1] ہون سوداگران تیغ
میرے نفس کی دیکھ کے معجز نمائیان — کیا دور ہے کہ دم نہ رہے دربیان تیغ
فردوسی ایک خار جنان بیان تھا — گلریز میرے دم سے ہوئی داستان تیغ
حسّاد سر سے پانون تلک خون مین و جابین — جوہر اگر دکھاؤن مین اپنے لسان تیغ
میدان کشت و خون مین مرا دست تیز سوار[2] — جاوے عنان کشیدہ تو ہو ہمعنان تیغ
یہ دل خراشیان مرے اشعار شوخ کی — سینہ پہ منکرون کے ہین لاکھون نشان تیغ
ہرگز نہ کر سکے مرے خامہ سے سرکشی — پیدا اسیر نگون سے ہو عجز عیان تیغ
جس جا سے خطبہ خوان ہو مری تیزی زبان — وان جانئے فرض سجدہ منبر فسان[3] تیغ
پابوس گر کرے مرے خامہ کا بند ہون — شیرینی سخن سے لب خوش بیان تیغ
خجالت سے آب تاب سخن کی ہو آب آب — کیونکر چھپے چھپائے سے شرم نہان تیغ

---

[1] سخن فروش = باتین بنانے والا۔ تیغ کے سوداگر تیغ کے وصف مین کیا باتین بنا سکتے ہین۔

[2] دست تیز سوار = وہ ہاتھ جس کا مرکب قلم ہے۔

[3] فسان وہ پتھر جس پر دھار رکھی جاتی ہے۔ سجدہ منبر = اوس منبر کو سجدہ کرنا جس پر تیری زبان خطبہ خوان ہو۔

مت پوچھ مجھ سے خون عنادل کا ماجرا | ہر گل[۴] زمین شعر پہ ہے آسمان تیغ
ہوتے نہ میری تجربت قاطع کے سامنے | سرگرم لاف و دعوی تیزیٔ زبان تیغ
کیسی شکست رونق بازار ہو گئی | ہے[۵] تختہ بند دست قلم سے دکان تیغ
میری[۶] بدیہہ سنجی کی جاہل کشی کو دیکھ | نظروں سے گر پڑا ستم ناگہان تیغ
اک بات میں تمام ہوئی کار مدعی | کس کی بلا ہو پیشکش امتنان تیغ
آہن گداز نالہ مرا دیکھکر نہ ہو | پیکان[۷] ضمان خنجر و خنجر ضمان تیغ
کیا تاب ہے جو میرے حروف پہ انگشت رکھ سکے | ہر خط پہ نکتہ چین کو ہو وہم و گمان تیغ
گر شوق زخم عشق کی لذت بیاں کریں | ہرگز ہما نہ کھائے بجز استخوان تیغ

۴ جسطرح زمین پر آسمان ہے اسی طرح میری گل زمین شعر پر بھی آسمان ہے مگر وہ تیغ (زبان) کا آسمان ہے اس میں اپنی تیزی زبان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گل اور تیغ کے ذکر کے بعد خون عنادل کی توجیہہ واضح ہو جاتی ہے

۵ دکان کے تختہ بند ہونے سے کساد بازاری مراد ہے۔

۶ میری بدیہہ گوئی دیکھکر جاہل ہلاک ہوئے جاتے ہیں اور یہ بات اسکے سامنے تلوار کے ستم ناگہان کی کوئی اصل نہیں تھا۔

۷ ضمان = جو چیز ضمانت میں دیجائے لوہا میرے نالۂ گرم کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا اور پگھلا جاتا ہے۔ اسکا نتیجہ ہوا کہ تیغ پگھل کر خنجر اور خنجر پگھل کر پیکان نہیں بن سکتا اگر میرے نالہ میں کمال آہن گدازی نہ ہوتا تو ایسا ممکن نہ تھا۔

دل ہی میں[٨] حسرت لفس خونچکان رہی | میرے معاندوں پہ ستم ہے امان تیغ
پڑھتا ہوں اور مطلع رنگین کہ جس سے | سرگرم آفریں ہو لب خونچکان تیغ

مطلع ثانی

نہلا دیا عدو کو لہو میں بسان تیغ | سیری زبان کے آگے چلے کیا زبان تیغ
پھر جوش آگیا دم خونتا پہ ریز کو | پھر تیری زبان پہ ہے قربان جان تیغ
صد فردہ[٩] جراحت منکر حسد کو | کرتا ہوں رزمگاہ میں میں امتحان تیغ
مومن کو آذر دے ثواب جہاد ہے | کفار کو اس آکے سنیں داستان تیغ
آئی ہے لب پہ مدح خداوند ذوالفقار | لیجاؤ منکروں کے لیئے ارمغان تیغ
شیر خدا علی کہ شجاعت سے جسکی ہے | سر پنجۂ اسد پہ زنخ[١٠] زن سنان تیغ
غالب کہ سر پڑھائے ہے اسکے ہو فرض عین | تعظیم تیغ و تکریمت تیغ و شان تیغ
کیا دور اُسکے دست کرم کے اثر سے گر | یاقوت ریز ہو شرر خون فشان تیغ
اے ابر تند[١١] بار ظفر تشنہ من عدو | ہے محو گرم پائی برق تپان تیغ

---

٨ میرے دشمنوں کو یہ دو تیغ کو خونچکان دیکھنے کی آرزو تھی۔ یہ اُنپر کیا کم ستم ہوا کہ تیغ انکو امان دیتی

٩ جراحت منکر = سخت زخم۔

١٠ زنخ زن = مذاق بنانے والا۔ سنان = انگلی کی پور۔

١١ ابر تند بار ظفر سے ذات مولا علی کرم اللہ وجہہ مراد ہے دشمن کا خرمن برق تیغ کی رفتار سے پامال ہوا جاتا ہے۔ گرم پائی = تیز رفتاری۔ محو = مٹا ہوا

وہ آنچ تیری تیغ میں جل جائے مثل طور ۔۔۔ گر تو صنم کدہ پہ کرے امتحان تیغ
کھٹے[۱۲] ہیں دیکھکر ترے دشمن ہلال عید ۔۔۔ کھائے سوائے زخم کے کیا میہمان تیغ
جوہر ترے مخالف مجروح ہیں نہیں ۔۔۔ کوئی تگر ہی کہ وہ ہیں قدردان تیغ
حسرت[۱۳] ہی تیرے بوسۂ دست بلند کی ۔۔۔ کسطرح چرخ پر نہ چڑھے کہکشان تیغ
دشمن کا ایک نیم اشارہ میں کام ہو ۔۔۔ ابرو کا تیرے عکس پڑے گر میان تیغ
کوشش نے تیری حرف تعصب مٹا دیا ۔۔۔ کیوں[۱۴] بید خوان دیر نہ ہوں مدح خوان تیغ
تمکین[۱۵] سے تیری دیجئے گر کوہ کو مثال ۔۔۔ رویین تنوں سے اٹھے نہ بار گران تیغ
آب حیات چارہ کرے یا دم مسیح ۔۔۔ ممکن نہیں جئیں ترے خون کردگان تیغ

۱۲ آپکے دشمن عید میں بھی خوش نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ ہلال عید سے مہمان ہونے کا شگون لیتے ہیں جنکی غذا زخم کے سوا کچھ نہیں۔ ہلال کی مشابہت تیغ سے اظہر من الشمس ہے۔

۱۳ تیغ کہکشان کی طرح آسمان پر اس لیے چڑھنا چاہتی ہے کہ آپکے دست بلند تک پہونچکر بوسہ کی حسرت حاصل کرسکے یعنی آپکا دست مبارک آسمان سے بھی اونچا ہے۔

۱۴ بید خوان = وید پڑھنے والے۔ یہاں عام کفار مراد ہیں۔ مدح خوان = تعریف کرنے والے۔

۱۵ آپکے تمکین (وقار) سے اگر پہاڑ کو مثال دیجائے تو اس نسبت سے تیغ اسقدر بھاری بھر کم ہوجائے کہ رویین تنون سے نہ اٹھ سکے۔ ظاہر ہے کہ لوہا جس سے تیغ بنتی ہے پہاڑ وغیرہ سے نکلتا ہے۔

[۱۶] منکر تری امامتِ حق کے ہین گرمِ جنگ	درکار ہے وضو کو جو آبِ روانِ تیغ
کیا سرکشی کی تاب کسی سخت کوش کو	جھکتا ہے تیرے آگے سرِ قہرمانِ [۱۷] تیغ
تیرے عدو گر اپنا گلا آپ کاٹ لین	کام آئے کوشش و کششِ رائگانِ [۱۸] تیغ
نسبت سے تیرے ہاتھ کی چشمک زنی [۱۹] کیا کرے	ابروے دلربا پہ خمِ جانستانِ تیغ
کیا بات تیرے [۲۰] پنجۂ آہن فشار کی	وردِ زبان ہے غلغلۂ الامانِ تیغ
سرحتی ترے عدو کے لہو سے ہی جابجا	رنگین کس طرح سے نہ ہو داستانِ تیغ

۱۶ آپکی امامت برحق کے منکرون کو وضو کے لیے تیغ کے آب روان کی ضرورت ہے اسی لیے ایک دوسرے سے لڑے مرتے ہین کہ کون پہلے اس پانی تک پہونچے مقصود یہ ہے کہ حضور سے محاربہ کرنا موت کے پنجہ مین گرفتار ہونا ہے وضو کے لیے آب روان یعنے مارجاری کی تلاش خالی از لطف نہین۔ تیغ کی آب مشہور محاورہ ہے۔

۱۷ سخت کوش۔ سخت جد و جہد کرنے والا۔ قہرمان = کارفرما حاکم تیغ کو قہرمان قرار دیا ہے۔

۱۸ رائگان اس لیے کہا کہ عدو اپنا گلا آپ کاٹ لین۔ اور کام آنا اس وجہ سے لکھا کہ بہرحال مدعا تو حاصل ہے۔

۱۹ چشمک زنی = طعنہ زنی۔

۲۰ ممدوح کے پنجہ کی گرفت سے لوہا بھی دب جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ تلوار کی زبان پر شور الامان ہے۔

ظالم ہین تیرے دور مین نالان کہ وقت جنگ
بانگ شکستِ تیغ ہی شور و فغان تیغ

کوئی کرے نہ گرمیِ روزِ نشور مین
بسمل پہ تیرے مہر گر سائبان تیغ

وہ دست زور مظہر سرپنجۂ خدا
وہ تیغ باعثِ شرف دودمان تیغ

لرزان تھے مثلِ بید ترے رعب سے جو ہاتھ [۲۱]
پھل باغیون کو کچھ نہ ملا جز زیان تیغ

پتھر کو بھی نہین ترے حملہ کی تاب ہے [۲۲]
یاقوتِ زرد شاہد بیم نہان تیغ

جراح کیا کہے ترے زخمی کا ماجرا
سوزن کی بھی زبان ہوئی ترجمان تیغ [۲۳]

یہ کہکشان نہین - کہ رہا خوف سے جو بیان
سو بیٹھ گیا ہے دل پہ فلک کے نشان تیغ

پایہ ترے مدیحِ شجاعت سے بڑھ گیا
کیونکر رہے نہ تارکِ سر پہ زبان تیغ

سر بار کیون نہو تری تلوار تیز تر
دشمن کی ہے قساوتِ قلبی فسان تیغ

سیف و قلم ہین دونون ستون کاخ دین کے [۲۴]
حیران ہون بابِ علم کہون یا جہان تیغ

۲۱ یعنے تیغ بھی خوف سے گر گر ہاتھ سے جاتی تہی بید کی خاصیت یہ ہے کہ اوسمین پھل نہین آتا۔ شعر مین صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔

۲۲ پتھر بھی آپکے حملہ سے ڈرتا ہے۔ اور پہاڑ کے اندر یاقوت زرد کی زردی اسی خوف نہان کا ثبوت ہے۔

۲۳ آپ کے زخمی دشمن کے حق مین بخیہ گری کی سوئی بھی تلوار کا حکم رکھتی ہے۔

۲۴ اس مین تلمیح ہے حدیث پاک اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُہَا کیطرف یعنی مین علم کا شہر ہون اور علی اُسکا دروازہ ہین۔ جہان تیغ سوزن کی خاص ترکیبون مین سے ہے۔

رنگین بیان ہو گر ترے غزوہ کے ذکر مین — پڑھنے لگے درود لبِ خونچکانِ تیغ

غازی بھی تو شہید بھی تو تیرے دم سے ہے [25] — سرگرمِ جلوہ فصلِ بہار و خزانِ تیغ

زہرآب دین اگر ترے دولت کے دشمنان [26] — عمرِ خضر ہو زندگیِ جاودانِ تیغ

گرمِ دعائے شاہ ہو مومن کی سبے ہے — آمین ہمرا زبانِ اجابت فشانِ تیغ

روزِ نبرد حادثہ ریزِ شکست و فتح — جب تک کہ ہے نشیب و فرازِ جہانِ تیغ

تاجِ ظفر ہو زیب دہ فرقِ دوستان — اعدا کا سر رہے تہِ بارِ گرانِ تیغ

منقبت امیر المومنین سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

چاہنا خلق کو صہبا و صنم سے محروم — ایسی نیت پہ بہشت آپکو واعظ معلوم

محتسب نے خمِ مے چھین لیا یا قسمت — ایسے کم بخت کے ہاتھ آئے بہارِ مقسوم

پاکدامن ہو تو بدگو کے نہ دم مین آنا — سنتے ہین [1] لوط کے مہمان کوئی افتائے سدوم

---

[25] جناب مرتضیٰ کی شہادت رمضان سنہ ۴۰ھ مین بحالت نماز ایک خارجی کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔

[26] اس شعر مین حسن تعلیل ہے یہ واضح رہے کہ آب زہر مین بجھانے سے تلوار کا کاٹ اور زیادہ تیز ہو جاتا ہے

[1] حضرت لوط کے مہمان بھلا کہین سدوم کا فتویٰ سنا کرتے ہین۔ سدوم قوم لوط کا قاضی تھا جسنے انکے انزال کے جو انکا فتویٰ دیا تھا اور انکی بستی کا بھی نام ہے۔ افتا = فتویٰ دینا۔ یہ قصہ قرآن مجید مین مذکور ہے حضرت لوط کے یہاں فرشتے بصورت انسان کے مہمان ہوتے تھے انکی قوم نے فرشتوں کی ایذا رسانی کا قصد کیا جسپر فرشتوں نے اُن ظالمون کو عذاب بھیجکر ہلاک کر دیا۔

ہم ہیں اور عشق حقیقی۔ کہ بجز ذات خدا — نہیں پایا کہیں دنیا میں وفا کا مفہوم

ہائے[۱] لینے نہ دیا نام عدو غیرت نے — ورنہ کیا کیا مرے ویرانے میں تھی کثرت بوم

کہیں[۲] ایسا نہ ہو وہ غیرت حور آجائے — ہے بہت میرے جنازے پہ فرشتوں کا ہجوم

گاہ کہتا ہے جنون عشق کو گر کفر و حرام — جہل کرنے کو پڑھے تھے مرے ناصح نے علوم

گرمیٔ شوق شہادت ہوئی فولاد گداز — رہ گیا لٹ کے نہ آب دم خنجر حلقوم

گر نہ[۳] ہو سکتی رد وصل صنم کی تقدیر — تو یقین آئے مجھے یہ کہ جہاں ہے موہوم

مصرعۂ زلف کبھی ہاتھ نہ آیا اپنے — نہ ہوا پر نہ ہوا حال پریشان منظوم

جوش وحشت ہے یہ ناصح نہ سمجھا تا بخیر — دیکھ دیوانہ نہ ہو میں نہیں پابند رسوم

نوجوان جب کوئی جاتا ہے جہاں سے ناشاد — تازہ ہوتا ہے مجھے داغ امید مرحوم

کر دیا[۵] خواہش بیداد نے احوال تباہ — تو تو ظالم نہیں زنہار۔ یہ میں ہوں مظلوم

۱۔ بوم کے متعلق عوام میں یہ خیال مشہور ہے کہ جب وہ کسی کا نام سنتا ہے تو اُسکو بار بار دہراتا ہے یہانتک کہ وہ آدمی ہلاک ہوجاتا ہے۔

۲۔ یہ انتہائے رشک ہے کہ محبوب کا فرشتوں کے سامنے آنا بھی گوارا نہیں۔ گو اور فرشتے کے رعایت ملحوظ رہے

۳۔ اگر دنیا وہمی ہے تو مجھے اپنے اعمال کی مادی سزا نہیں ملنی۔ اس لیے کہ جب دنیا موہوم ہے تو اسکے گناہ بھی کالعدم ہونے چاہئیں۔

۵۔ میری مظلومی اور تباہی تیری جفا کے سبب سے نہیں ہے بلکہ یہ نتیجہ ہے میری جو ظلم سہنے کا خواہاں ہوں تو ظلم نہیں کرتا۔

زلزلے آتے ہیں جب سے ہیں تہِ خاک آیا ‌ ‌ ‌ چین دیتے نہیں اب تک بھی مجھے طالعِ شوم
چاہیے[۶] صبر مقدر پہ دریغ اے واعظ ‌ ‌ ‌ تو خدا کا نہیں جیسا ہوں میں دل کا محکوم
طعنۂ وصل ہوسناک[۷] پہ ہنس دیتے ہیں ‌ ‌ ‌ مگر الزام ندامت نہیں لازم ملزوم
تیری رفتار قیامت مری زاری طوفان ‌ ‌ ‌ حسن وہ عشق ہے - کیونکہ نہ پڑے خلق میں دھوم
بالکل انہی کی طرح ہم سے گنہگاروں سے ‌ ‌ ‌ کیا ہوئے عشق میں اے زہرہ جبین وہ معصوم[۸]
نالۂ گرم نے دلبر کو بتایا دلدار ‌ ‌ ‌ معجزِ عشق سے جاں بخش ہوئی بادِ سموم
یاں کی لاکھوں خلشیں داں کی ہزاروں فکریں ‌ ‌ ‌ ایک جاں اُس پہ یہ ہنگامۂ آلام و غموم
کیا کہیں آج ترے کوچے سے گذری تھی نسیم ‌ ‌ ‌ ویسے ہی تازہ ہیں گلہائے مکرر مشموم[۹]
محتسب آپ کے آنے سے ہوئے دیر خراب ‌ ‌ ‌ قصہ کعبہ کا نہ کیجے گا یاں میں قدوم[۱۰]
اُچل اے صبحِ طرب کٹ نہیں سکتی شبِ غم ‌ ‌ ‌ جلد جائیں مع اغیار جہنم میں نجوم

۶ واعظ کے مقدر میں خدا پرستی ہے اور شاعر کے نصیب میں بُت پرستی - مگر شاعر اپنی تقدیر پر قانع ہے واعظ نہیں

۷ ہوسناک = بوالہوس یا رقیب - مگر شاید دوسرا مصرع طنزاً کہا ہے -

۸ معصوم سے مراد ہاروت ماروت ہیں جو دو فرشتے تھے - اور جن کا عشق زہرہ کے ساتھ زبان زدِ عام ہے -

۹ مکرر مشموم = دوبارہ کے سونگھے ہوئے -

۱۰ میں قدوم = قدموں کی برکت یہاں طنز سے مراد ہے کہ اپنی سبز قدمی سے کعبہ کو بھی کہیں ویران نہ کیجے گا -

مجھکو پامال کیا کیوں نہ فزوں ہو عزت — دود افغاں سے ملی پیل فلک کو خرطوم [۱۱]

کہ لباں دیکھے زمانہ کو کرونگا تسخیر — ہیں پسندِ فلکِ سفلہ صفاتِ مذموم

جب [۱۲] ستایا مجھے اُسنے وہی الفت ہی لی — یہ غلط ہے کہ اعادہ نہیں بہر معدوم

سببِ [۱۳] شادیٔ دشمن تو بتادو پہلے — پوچھنا پھر یہ تجاہل ہے تو کیوں ہے مغموم

سبزہ رنگی [۱۴] نے تری قتل کیا ہے ظالم — یاد آتا ہے مجھے حال امامِ مسموم

افضل الناس حسنؓ ابنِ علیؑ سبطِ نبیؐ — سید و سرور و مولا و مطاع و مخدوم

ابرِ بارندۂ دانش گہرِ فیض کمال — قلزمِ حسنِ عمل منبعِ دریائے علوم

---

۱۱ خرطوم = سونڈ۔ یہاں آہ کے دھوئیں کو خرطوم پیل سے تشبیہ دی گئی ہے

۱۲ فلاسفہ کا اعتقاد ہے کہ معدوم شے کا دوبارہ وجود میں آنا محال ہے موسن استدلال شاعرانہ سے اس نظریہ کو رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب کبھی محبوب نے مجھے چھیڑا گئی ہوئی محبت پھر عود کر آئی اس سے ثابت ہوا کہ معدوم کا اعادہ ممکن ہے۔

۱۳ کیونکہ دشمن کا خوش ہونا ہی میری آزردگی کا باعث ہے۔ تجاہل جان بوجھکر انجان بننا۔

۱۴ سبزہ رنگی = ملاحت حسن = مسموم = جسکو زہر دیا جائے۔ یہاں سیدنا امام حسنؓ کی ذات اقدس مراد ہے جن کی شہادت جعدہ کے زہر دینے سے ۵۰ھ میں واقع ہوئی۔ اُسکے اثر سے جسم مبارک سبز ہوگیا تھا۔

مظہر[۱۵] شانِ الٰہی ہے یہان تک کہ حکیم
متزلزل ہے دمِ بحث وجوب اور لزوم

علمِ اعجاز اُسے معجزۂ علم اُسے
جس مین اندیشہ ہو عاجز وہ اُسکے معلوم

فکرِ[۱۶] الزامِ حکیم و متکلم ہو اُسے
تو مجسم نظر آجائین نقاطِ موہوم

اثر[۱۷] ذکر سے ہو صاف دلی کے اُسکے
نقشِ مرآتِ ہوا عکسِ ضمیرِ مکتوم

سائلون کو جو وہ دیتا ہے طلب سے پہلے
فرطِ بخشش سے نہ ہجیج رہے کوچہ مین نہ دھوم

جود[۱۸] ہر بار فزون سے کفِ بیفاصلہ بخش
دشمنِ مایۂ معمول و کفافِ مرسوم

---

۱۵ فلسفہ کی اصطلاح مین وجوب صفت ہے واجب الوجود (خدا) کی۔ اور لزوم صفت ہے ممکن الوجود (مخلوقات) کی۔ مومن کا مقصود یہ ہے کہ ممدوح کی ذات صفاتِ الٰہی کی ایسی کامل مظہر ہے کہ فلسفی کوئی رائے قائم نہین کرسکتا کہ آپکو کیا کہے۔ بقول عرفی
تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل۔

۱۶ اگر آپ فلاسفہ اور اہلِ مناظرہ کو قائل کرنا چاہین تو نقطہ جو حکمت کی اصطلاح مین فرضی مانا گیا ہے مجسم نظر آنے لگے۔

۱۷ آپ کا قلبِ مبارک اسقدر صاف ہے کہ اُسکے ذکر کی برکت سے دلون کے مخفی راز عکس کی طرح ہوا کے آئنہ مین پرتو فگن ہونے لگتے ہین۔

۱۸ مایۂ معمول و کفافِ مرسوم = مقررہ معاش۔ یعنی ممدوح کی متواتر بخشش جسمین وقفہ نہین ہے۔ مقررہ معاش کی دشمن ہے گویا سائل کو اسقدر ملتا ہے کہ یہ نہین کہہ سکتے کہ اُسکا کوئی معینہ وظیفہ مقرر ہے۔

ہین مشابہ بہت اُس دستِ کرم کے حق سے — کیونکہ[19] اصفار نہ ہون مرتبہ افزائے رقوم

شبہ کیا عصمتِ لختِ جگرِ احمد مین — جب مسلم ہو کہ معصوم ہے جزوِ معصوم

عہد مین اُوسکے جو گل زاریٔ بلبل پہ ہنسے — ہون نسیم سحری ہم اثرِ بادِ سموم

کہتے[20] ہین سنکر کو نہ انکارِ قیامت ہو زیاد — عدل سے اوسکے ہے آبادیٔ ہر کشور وبوم

نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثرِ باعثِ خلق — نہ وہ رازق ہے ۔ ولے قاسمِ رزقِ مقسوم

السلام اے روش آموزِ طریقِ اسلام — السلام اے خضرِ جادۂ حسنت ملزوم

وہ ترا پایہ[21] ہے اے شاہِ جوانانِ بہشت — کہ ہوئی حرمتِ پیری کی تمنا محروم

---

[19] اصفار = جمع ہے صفر کی ۔ جس کی وجہ سے اعداد کی قیمت دہ چند ہو جاتی ہے ۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ۔

[20] ممدوح کے عدل سے دنیا کی آبادی درونق اسقدر بڑھ گئی ہے کہ مبادا منکرین قیامت اپنے انکار پر مصر ہون اور یہ سمجھین کہ اب دنیا کو زوال نہوگا

[21] پیری کو عموماً احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے مگر چونکہ آپ جوانانِ بہشت کے بادشاہ ہین اس لیئے آپ سے یک گونہ نسبت پیدا کرنے کے لیئے اب لوگ بجاے پیری کے جوانی کی آرزو کرتے ہین سیدا شباب اہل الجنتہ (سردار جوانانِ جنت) احادیث مین حضرات حسنین رضی اللہ تعالے عنہما کی شان مین فرمایا گیا ہے ۔

گر لکھے کوئی کہ بالفرض مماثل ہے ترا[22] / ذکر کیا پھر کوئی تقدیر کا سمجھے مفہوم

کیا ترے مرکب چالاک کی لکھی تھی ثنا / لیک کاغذ پہ نہ ٹھہرے کلمات مرقوم

پہ سکے وہ کہ بیان تگ و دو میں اُسکے / منہ سے[23] مفتوح نکلتے ہیں حروف مضموم

ہے بجا دیجے اگر تجکو سلیمان سے مثال / کہ مسخر ہے پری اور ہوا ہے محکوم

تیری افواج کا میدان میں بہ ہنگام خروش / بلبلوں کا مہ آذار[24] گلستان میں ہجوم

مدعی کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر / کر دیا تیغ گریبان نے دوپارہ حلقوم

تیرے اعدا کو سمجھ ہو تو کریں جان پہ رحم / آدمی تو نہیں یہ ہیں جہول اور ظلوم

بوسہ دے تیرے دم تیغ کو تو آ جائے / جس کو آتی نہ ہو تقطیع[25] کلام منظوم

تیر باراں سے ترے کیونکہ نہ بھاگیں اعدا / جانتے ہیں کہ شہب[26] بہر شیاطین ہیں رجوم

---

۲۲ تقدیر = مقدر - اور فرض کر لینے کو بھی مقدر کہتے ہیں - مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بالفرض آپ کا مثل دنیا میں ہو سکتا ہے - تو اُسنے حقیقت میں تقدیر (فرض) کا مطلب ہی نہ سمجھا - کیونکہ فرض تو ممکن بات کی جاتی ہے نہ کہ محال - اور ممدوح کا مثل ٹھہرنا محال - یہ تقدیر ثانی کے معنی ہونگے کہ تقدیر نے آپکا مثل رکھا ہی نہیں -

۲۳ عربی میں فتحہ (زبر) کی حرکت کسرہ اور ضمہ (زیر اور پیش) دونوں سے ہلکی مانی گئی ہے -

۲۴ مہ آذار = ایک رومی مہینے کا نام ہے جو چیت سے مطابق ہے -

۲۵ تقطیع - ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور علم عروض کی اصطلاح میں شعر کو بحر کے وزن کے مطابق کرنا - اس لفظ میں ایہام ہے -

۲۶ شہب جمع ہے شہاب کی وہ ستارہ جو آسمان پر شیاطین کے سنگسار کرنے کے لئے چھوٹتا - رجوم سنگسار کرنے والا -

آج کہہ دے ترے قاتل کی سزا داورِ حشر / تو عجب کیا ہے کہ جاتی رہے تاثیرِ سموم[27]

[28]مدِ غیب پہ کی لشکرِ مغلوب سے صلح / کہ مسلمان نہ ہوں معتقدِ طالعِ شوم

نہ مقابل ہو ترے قصد کے عزمِ افلاک / نہ برابر ہوں ترے حکم کے احکامِ نجوم

ہو دل آزردہ کوئی گر ترے دشمن کے سوا / طبعِ نحسین[29] سے جاتی رہے تاثیرِ عموم

جید شاہانہ ہی ہے - تری کوشش سے ہوئی / خانقاہِ فقرا بارگہِ قیصرِ روم

امنیت[30] ایسی ہوئی دور حراست میں ترے / ڈھونڈھتی پھرتی ہے تاثیرِ فغانِ مظلوم

۲۷ سموم - جمع سم کی = زہر - مراد یہ ہے کہ اگر آپ کے قاتل کی سزا پہلے سے بتا دی جائے تو سمِ قاتل جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی ہے کی وجہ سے اپنی خاصیت کھو بیٹھے۔

۲۸ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سنہ ۴۱ھ میں بنی امیہ سے صلح کر کے خلافت سے دست بردار ہو گئے - مومن کی مراد یہ ہے کہ آپ کے مخالفوں کے طالع میں نحوست ہے - اگر آپ اُن سے لڑتے تو وہ ضرور ہارتے اس طرح سے مسلمانوں کو اُنکی نحوست کا یقین اور واثق ہو جاتا - مگر چونکہ نحوست اور سعادت کا اعتقاد شرعاً ممنوع ہے اس لیے حضور نے عامہ مسلمین کو اس بد اعتقادی سے بچانے کے لیے لشکرِ مغلوب سے صلح کر لی -

۲۹ دو منحوس ستارے یعنی زحل اور مریخ -

۳۰ مطلب ایسے کہ فغان طالبِ اثر ہو آپ کے دورِ امن میں اثر فغان کا متلاشی ہے کیونکہ کوئی مظلوم ہی نہیں ہے جو نالہ و فغان کرے -

ہین مخاصم ترے بدبخت - پہ کم بخت نہین — یعنے کثرت سے ہے قسمت مین حمیم[۴۱] اور زقوم

مرحبا ابن علیؓ کی چلی آتی ہے صدا — اب تلک روضۂ رضوان سے - زہے فیض قدوم

دعوتِ عام تری سب کو بنا دیوے خاص — گو قضا[۴۲] کو نہ ہو پاس صفتِ فیض عموم

ختم اللہ[۴۳] کا مورد ہے زبس قلب سیاہ — تیرے دشمن کو ہے خونابہ رحیقِ مختوم

دوستون کو نہین ڈر وسوسۂ شیطان کا — ہین جو دشمن متصدی شعار مذموم

نام سے گر کوئی پی جائے تری نہی کے بعد — زہر کھا دے پڑے درمانِ خراشِ[۴۴] بلعوم

ترے ایام مین باقی نہ رہا بسکہ فساد — چشمۂ خضر بنی انہار[۴۵] عروقِ مجذوم

بدیِ خلق سے افزون تھی نکوئی تری — کر دی انصاف الٰہی نے یہ امت مرحوم

---

[۴۱] حمیم = گرم پانی - زقوم = تھوہڑ کا درخت یہ دونون اہل دوزخ کی غذا ہین - اس شعر مین بدبخت اور کم بخت کا فرق ملحوظ رہے -

[۴۲] = اگرچہ تقدیر کی بانٹ یکسان نہو - قضا = تقدیر -

[۴۳] ختم اللہ علیٰ قلوبہم (خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی) رحیق مختوم = سربمہر شراب جو جنت کی نعمتون مین سے ہے -

[۴۴] = بلعوم = گلا -

[۴۵] - جذامی کی رگین جن مین فساد خون پیدا ہوگیا تھا - آپکے عہد مین چشمۂ خضر کا حکم رکھتی ہین - چشمہ کے لیے انہار کا لفظ مستعمل ہوا ہے - اور عروق (رگ) کو انہار سے تشبیہ دی گئی ہے -

۳۶ گر کہے یرحمک اللہ ترا خصم لئیم | عطسہ زن پھر نہ ہو زنہار دماغ مزکوم
۳۷ تا سحر شام عبادت تری شب بیداری | شارح آیۂ کرسی ہے پس حی القیوم
مومن آہنگ دعا ختم سخن کا ہے یہ وقت | آپ تو آپ ہیں دانائے قوانین و رسوم
۳۸ جب تلک ذلت و عزت طرب و غم سے ہے خلق | گوشہ گیر انکی ہیں اغیار سمین و معدوم
تیرے احباب مطاع اور توابع ہیں شاد | پھر سے حُسّاد خراب اور ترے اعدا مغموم

۳۶ مزکوم یہ جسکو زکام ہو۔ آداب شریعت میں یہ ہے کہ جسکو چھینک (عطسہ) آئے وہ الحمدللہ کہے اور سننے والا جواب میں یرحمک اللہ (خدا تم پر رحمت کرے) کہے جس پر شخص اول یھدیکم اللہ (خدا تم کو ہدایت دے) کہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص مزکوم کے چھینک لینے پر آپ کا دشمن یرحمک اللہ کا کلمہ زبان سے نکالے تو اسکی نحوست کے اثر سے پھر کبھی کسی کا دماغ عطسہ زن نہو۔ یہ واضح رہے کہ طب میں عطسہ باعث تفریح دماغ مانا گیا ہے۔ یہ بھی نکتہ ہے کہ ممدوح کے دشمن کے نصیب میں ہدایت ہے ہی نہیں۔

۳۷ آیۃ الکرسی میں اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کے بعد لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ آیا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالے پر (جو حی و قیوم ہے) نہ اونگھ طاری ہوتی ہے نہ نیند۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ شام عبادت میں صبح تک ممدوح کی شب بیداری (احیاء شب) در اصل مذکورہ بالا عبارت قرآن کی عملی تفسیر ہے۔

۳۸ ان دونوں مصرعوں میں لف و نشر مرتب ہے۔ سمین یعنی فربہ۔

قصیدہ بمدح وزیر الدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خان نصرت جنگ والی ریاست ٹونک

یادِ ایامِ عشرتِ فانی — نہ وہ ہم ہین نہ وہ تنِ آسانی
جائین وحشت مین سوئے صحرا کیون — کم نہین اپنے گھر کی ویرانی
خاک مین رشکِ آسمان سے ملی — ہائے کیسی بلند ایوانی
کر دیا گردشِ سپہر نے حیف — برج خاکی مسیرِ کیوانی [1]
ایسی وحشت سرا مین آئے کون — بےدری [2] کر رہی ہے دربانی
نکتہ سنجون سے جی مین ہے پوچھون — کہ مین شہری ہون یا بیابانی
کیا ہوئی وہ بلندیٔ دیوار — کیا ہوئے وہ عمادِ طولانی
جائے گل ہین چمن مین ریزۂ سنگ — کاہ کرتی ہے نازِ ریحانی
اُٹ گئے حوض و نہر غیر از چشم — ایک قطرہ کہین نہین پانی
نہ ملا کچھ نشانِ آبِ روان — خاک سارے جہان مین چھانی
سقفِ رنگین و زرنگار کہان — جز سپہر و نجوم نورانی
شورِ زاغ و زغن ہے سمع خراش — اب کہان بلبل و غزل خوانی

---

[1] مسیرِ کیوانی یعنی وہ جگہ جو کیوان جیسے بلند ستارے کی سیر گاہ ہو۔

[2] میرے مکان مین دروازہ کا نہ ہونا دربان کا کام دے رہا ہے یعنے کسی کو اندر آنے کی ہمت نہین پڑتی۔

نظر آتی نہیں وہ تصویریں — نقشِ دیوار کیوں نہ ہو مانی
صرف دلقِ گدا ہوئے پردے — زینت افزائے کاخِ سلطانی
آپ کا شانہ فرشِ خاک ہوا — کیسے غالیچہائے کاشانی
یا ظروف[۳] و سماط سے مجھے تھا — دعوئ قیصری و خاقانی
یا نہیں ہے مرقع و کشکول — تا کروں تازہ رسمِ ساسانی
مسندِ گوہریں کا دھیان آیا — پوچھئے کیا ہو وجہ گریانی
بالشِ سنگ و خواب۔ واویلا! — بارِ خاطر ہوئی گران جانی
ہم ہیں اور حسرتِ مے گلگوں — خون پلاتا ہے قہرِ یزدانی
زہر ملتا نہیں کہ پی جاؤں — اب کہاں وہ شرابِ ریحانی
شورِ مستی[۴] دعائے نوح نہ تھا — کشتی مے ہوئی جو طوفانی
وہ گزک کیسی وہ کباب کہاں — نُقلِ مجلس ہے دل کی بریانی

۳ ظروف جمع ہے ظرف کی = برتن = سماط = دسترخوان - مرقع = گدڑی کشکول = کاسۂ گدائی = ساسان = فقیر اور فرزند بہمن (بادشاہ ایران) کا نام ہے جس نے فقیری اختیار کر لی تھی -

۴ دعائے نوح سے مراد حضرت نوحؑ کی بد دعا ہے (رب لا تذر الآیہ) جس کے اثر سے اللہ تعالیٰ نے کفار کو طوفان میں غرق کر دیا تھا - کشتیٔ مے کا طوفانی ہونا سامانِ عیش کے برباد ہونے سے کنایہ ہے - شور - کشتی - طوفان وغیرہ میں مراعاۃ النظیر ہے -

یا یہاں پرنیان و اطلس سے ۔۔۔ جلوہ گر تھی سپہر سامانی
یا یہ احوال ہے کہ چاک ہوا ۔۔۔ تنگیوں سے لباس عریانی
کیا کہوں اپنی گردش ایام ۔۔۔ صبح نوروز ہے شبستانی [۱]
اس چمن زار کو خزاں تھی ضرور ۔۔۔ مین نے کیا نہ کی بات پہچانی
کردیا خالق دو عالم نے ۔۔۔ انتہائے ریاض رضوانی
ہائے وہ رقص [۲] خوش قدان جنکی ۔۔۔ شکل انداز سرو بستانی
ہائے [۳] وہ زمزمہ سرا جن کی ۔۔۔ سحر ہاروت زہرہ الحانی
ہائے وہ ساز و برگ عیش و نشاط ۔۔۔ قوت افزائے روح انسانی
تیر باران فاقہ نے مارا ۔۔۔ یک جکی تھی کلاہ بارانی
سینۂ داغ دل کو حیران ہون ۔۔۔ نہ رہا حشر قبر زمستانی
ایک دن یون ہجوم یاران تھا ۔۔۔ جیسے اب مجمع پریشانی

---

[۱] شبستان سے مراد تاریک ہے - صبح نوروز = روز اول ماہ فروردین جب کہ آفتاب برج حمل میں جاتا ہے -

[۲] یہاں پر صرف بندش شعر کی توضیح کافی ہے - ہائے ان خوش قدوں کا رقص کیا ہوا جنکی شکل سرو بستانی کی طرح تھی -

[۳] اور وہ زمزمہ سرا (مطرب) کہاں گئے جن کی زہرہ الحانی (خوش آوازی) سحر ہاروت کا حکم رکھتی تھی -

کس[۸] سرِ پُرغرور کو دی ہے — تنگیِ غم نے چینِ پیشانی
مجھے دولتِ جہان سے کھویا — کیا کہون ظلمِ چرخِ دورانی
یعنے اس حال پر فزون تر ہین — آرزو ہائے نفسِ شیطانی
حسرتِ[۹] لعلِ سیمتن مین ہوئے — گوہرِ اشکِ چشم مرجانی
اے[۱۰] فلک دل کو داغ کرتی ہے — زرِ خورشید کی درخشانی
بے زری سے مری تجھے حاصل — کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی
طالع[۱۱] ہر بدیع سنج مین ہے — کیا ضرورت ہبوطِ میزانی
جانِ مومن پہ گونہ گونہ ستم — کافر اتنی بھی نامسلمانی

۸ آہ کیسے مغرور سر کو تنگیِ غم کے ہاتھون چینِ پیشانی (ماتھے کی شکن) نصیب ہوئی ہے۔ سرِ پرغرور سے مومن نے اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۹ معشوق کے لب لعل کی حسرت مین آنکھون سے جو آنسوؤن کے موتی نکلتے ہین وہ خون آلودہ ہونیکی وجہ سے مونگے کے مانند سرخ ہین۔ لعل۔ سیم۔ گوہر۔ مرجان کی مناسبت ملحوظ رہے۔

۱۰ ۔ زرِ خورشید کی چمک دیکھکر دل جلتا ہے اور اپنی بے زری یاد آتی ہے۔ زر کی تشبیہ خورشید سے مومن کے کلام مین عام ہے۔

۱۱ ۔ یہ کیا ضرور ہے کہ نکتہ رس شعرا ہی کی قسمت مین ہمیشہ پستی رہے۔ ہبوط = کسی ستارہ کا پستی کی طرف مائل ہونا۔ آفتاب جب برج میزان مین جاتا ہے تو اُسکو ہبوط ہوتا ہے۔ بدیع سنجی کے ساتھ میزان کی رعایت واضح ہے۔

تا کجا اے یزید شمر خصال   فتنہ ہائے فریب مروانی [12]

اُس سے کاوش نہ کر نہ ہو ظالم   آپ اپنا تو دشمن جانی

تجھے معلوم ہے کہ ہے وہ کون   کھول دون مین یہ رازِ پنہانی

مدح خوانِ شہ وزیر لقب   ختم جس پر ہوئی سخندانی

پایہ سنج [13] کمالِ اہلِ کمال   فارقِ قلزمی و عمانی

کیا کہون اُسکے دستِ ہمت کی   ہین گہر باری و دُر افشانی

ق

ہر گدا کی ہے زینتِ کشکول   رشکِ ترصیعِ تاجِ سلطانی

اُسکے [14] احسان سے غرّۂ شوال   اہل تقوے کو سلخِ شعبانی

کہین نیرنگیِ زمان سے فزون   خوانِ نعمت کی اُسکے الوانی

مور کو وہ جو داد دے ڈالے   شوکت و حشمتِ سلیمانی

کر دے سارے جہان کو سیراب   بحرِ ہمت کی اُسکے طغیانی

---

[12] مروان بن حکم بنی امیہ کا ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے جسکی فتنہ پردازیان ملت اسلام کے ابتدائی نزاعات کی باعث ہوئین

[13] اہل کمال کے کمال کا اندازہ کرنے والا- اور قلزم و عمان کے موتیون مین فرق سمجھنے والا-

[14] غرہ = ہر ماہ کا پہلا دن- سلخ ہر ماہ کا آخری دن جس مین رویت ہلال ہو- مطلب یہ ہے کہ ممدوح کا احسان و بخشش اسقدر ہے کہ پرہیزگارون کے حق مین بھی رمضان کی چاندرات روزِ عید بن گئی ہے-

بخشش بے شمار سے مشکل — [illegible] فلک کو ویرانی
اُسکے خوان نوال سے ہے مثل [15] — آز اشعث کی گرسنہ دہانی
اُس کے عہد کرم کی نسبت ہے — [illegible] عالم فانی
بے سخاوت اُسے قرار کہاں — کہ ہے عادت طبیعت ثانی
اُس کے ہے روزگار میں یکساں — ابر کو بہمن [16] و نیسانی
دوری اپنی نہیں ہے مانع فیض — [illegible]
گرگ نے دور عدل میں اُسکے — سیکھ لی [illegible]
آشیان عقاب و شاہین میں — [illegible]
حملۂ شیر گرسنہ اُس [illegible] — [illegible]
اُس کے ایک ایک [illegible] — [illegible]
خنجر جان شکاف میں اُس کے — ابروئے یار کی سی [illegible]
افعی پیچ [17] دیکھ لے اُس کا — [illegible] بھول جائے ثعبانی

15۔ اشعث ایک مشہور حریص کا نام ہے۔ ممدوح کے خوان بخشش پر (مثلاً) اشعث جیسے حریص کی طمع بھی جاتی رہتی ہے۔ 16۔ بہمن = ایک فارسی مہینہ جو پھاگن کے مطابق ہے۔ نیسان ایک رومی مہینہ جسمیں بارش ہوتی ہے۔
17۔ افعی پیچ = خنجر جو سانپ کی شکل ہو۔ ثعبانی (ثعبان یائے مصدری) = اژدہا ہوجانا عصا [illegible] حضرت موسیٰ کی لکڑی ہو جو مخالفوں کے مقابلہ میں اژدہا بنجاتی تھی اور انکے سحر کو باطل کردیتی تھی۔

[18] گرز سے اُس کے بارِ گردن ہے — مغفرِ دشمنی کی سندانی
[19] اُس نے شمشیر جب علم کی ہے — گاوِ گردون ہوئی ہے قربانی
موج دریائے خون سے روزِ مصاف — ہو گئی کشتیٔ زمین کی طوفانی
ہین تنِ خصم بھی سخت سنگ گداز — عمر جو کٹ گئی بآسانی
[20] تیرِ خاراشگاف سے اوس کے — لعل جو ہے سو لعل پیکانی
زیرِ ران اوسکے توسنِ چالاک — رشکِ اسپِ سپہر گردانی
شوخیٔ یار کی سی چالاکی — تکیہ شوق کی سی جولانی
دمِ گلگشت وہ سبک رفتن — [21] اہتزازِ نسیمِ بستانی
روزِ جنگ اُسکے سُم جولان ہین — [22] صرصرِ عاد کی سی طغیانی

---

[18] سندان = اہرن جسپر لوہار لوہا رکھکر کوٹتے ہین۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے گرز کی ہیبت سے دشمن کا خود جو سندان کا حکم رکھتا ہے اُسکے لیئے بارِ گردن بن گیا ہے۔

[19] - گاوِ گردون = آسمان کی گائے۔ مراد برجِ ثور۔ جو صورۃً گائے سے مشابہ مانا گیا ہے۔

[20] - خاراشگاف = پتھر کو توڑنے والا۔ لعل پیکانی۔ لعل جو پیکان تیر کی شکل تراشا جائے

[21] - اہتزاز = ہوا کا چلنا اور خوشی منانا۔

[22] صرصرِ عاد۔ وہ آندھی جسنے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا۔

کثرتِ[23] بادِ عنصری اوسکا — ہے ثبوتِ انقلابِ ارکانی
اُس سے دیتے سپہر کو تشبیہ — گر نہ ہوتا ستارہ[24] پیشانی
مانعِ سعیِ دل پسند اوسکو — ملکِ عالم کی تنگ میدانی
تیرے اوصاف کے صحیفہ میں — صنعتیں کا [illegible]
گل جبینی[25] پہ تیری قربان ہوں — نو بہارِ ریاضِ رضوانی
برومندیِ[26] آرزوئے حصول — کشتِ طالب کی تیرے دہقانی
آستانہ[27] پہ تیرے چرخ نہم — [illegible] بلند پیشانی
سجدے سے درجۂ شرف کیوان — قصرِ رفعت کی تیرے دربانی

۲۳ - ممدوح کے بادپا کے مزاج میں ہوا کا عنصر بہت زیادہ ہے - اور یہی زیادتی اُن انقلابات کو ثابت کرتی ہے جو ارکان عالم میں ہوتے رہتے ہیں - چار ارکان (عناصر) ہیں - اگر کوئی عنصر حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو صحت دائم قائم نہیں رہتا

گر یکے زین چہار شد غالب — جان شیرین بر آید از قالب

۲۴ - ستارہ پیشانی = وہ گھوڑا جسکی پیشانی پر سفید نشان ہو وہ گھوڑا منحوس سمجھا جاتا ہے -

۲۵ گل جبینی = خندہ پیشانی - ریاض رضوانی = بہشت -

۲۶ - ممدوح کی کشت مراد میں کاشت اور بارآوری مرادف ہیں - یعنی ادھر بویا اور پھل آ گیا -

۲۷ - کیا عجب کہ چرخ نہم (عرش معلی) ممدوح کے آستان پر پہنچکر بلندی منزلت حاصل کرلے

شعلۂ شمع بزم کو تیرے — دعوی حسن ماہ کنعانی

۲۸ داغ صہبائے جام عشرت سے — گل دامان پاک دامانی

تیرے دشمن کے دل سے عاشق — زلف جانان سے لے پریشانی

اے سخن سنج تیری مدح گستری — کس زبان سے کروں ثنا خوانی

مجھ سے ناکس کی ہمنشینی کا — تجھے داور کو شوق پنہانی

۲۹ نہ یہ سمجھا ہوں سیر اختر سے — علم ظنی نہ ہووے ایقانی

۳۰ حامل دفتر مدیح سے یوں — مجھے پہونچا تھا علم اذعانی

کہ نہیں کیوں خیال طوف حرم — مومن اور اتنی نامسلمانی

۲۸ - مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے جام عیش سے قطرۂ شراب گر کر دامن پر جو داغ پڑ جاتا ہے وہ سمجھا جاتا ہے عار ہونے کے پاکدامنی کے دامن کی زینت کا باعث ہوتا ہے - پاکدامنی کے لیے دامن تجویز کیا گیا اور دامن گل کو گل سے زینت ہے - داغ اور گل کا مقابلہ ظاہر ہے -

۲۹ - یہ بات کہ حضور کو مجھ سے ملنے کا اشتیاق ہے مجھکو احکام نجومی سے دریافت نہیں ہوئی - کیونکہ نجوم کی بنیا د ظن وتخمین پر ہے نہ کہ علم ویقین پر - بلکہ دوسرے ذریعہ سے معلوم ہوئی جیسا کہ آگے لکھتے ہیں -

۳۰ - علم اذعانی = وہ علم جو یقینی ہو اور جسکی تعمیل لازم ہو - حامل دفتر مدیح سے مراد وہ بزرگ (کرم اللہ) ہیں جو ممدوح کی طرف سے مومن کو حاضری دربار کی دعوت لیکر آئے تھے اور جن کی معرفت شاعر نے یہ معذرت کا قصیدہ روانہ کیا تھا -

ایسے سودا میں لیا سیمیں نادان　　　قرص سے صبح نہ نقش قمر ان

کیونکہ یہ عقد رہے زری مقبول　　　ہے نذارت قیاس پر بانی

اول اُس در پہ بہر پذیری کر　　　ما سلف شت حیات کیوانی

پھر طواف حرم میں ہو شامل　　　[illegible] [۳۱] [illegible] شرط ایمانی

کب تلک اعتکاف بتخانہ　　　کب تلک کنج دیر رہبانی

یوسف مصر نکتہ سنجی حیف　　　یون گرفتار چاہ کنعانی

کیا پیام اور کیا پیام گذار　　　جسکی ہر بات وعظ عرفانی

آب [۳۲] و تاب کلام سے اُسکی　　　آب ہو لولوئے و مرجانی

عالم [۳۳] محل حدیث رسول　　　واقف نکتہ ہائے فرقانی

اُسکے آگے علوم پیر فلک　　　سبق کودک دبستانی

دیکھ اشراق اُسکا افلاطون　　　کہے ھذا حکیم ربانی

جبہہ [۳۴] خورشید سے فروزان تر　　　جبہہ سے دل زیادہ نورانی

شام پیری میں اوسکا وہ عالم　　　زرد رو جس سے صبح ریحانی [۳۵]

کرم اللہ نام و ذات اوسکی　　　مظہر لطف ہائے یزدانی

ہے مجھے بھی خیال طوف حرم　　　خضر رہ گر ہو فضل رحمانی

۳۱ - ایمان کی شرائط (ارکان) تجھ پہ قربان ہون - ۳۲ - موتی اور مونگا انکی صفت بھی پانی پانی ہو جائے

۳۳ - محل = موقع و محل - مصداق - ۳۴ - جبہہ = پیشانی - ۳۵ - ریحان و عنفوان شباب - اٹھتی جوانی

تاکہ صحنِ منا [۳۶] میں کر ڈالوں — نفسِ امّارہ کو بھی قربانی
اس سے [۳۷] افزوں ہے شوق اُس در کا — جس سے حاصل ہو یہ بآسانی
کہ محرک ہے التفاتِ نہاں — تاب فرسا ہے جذبِ روحانی
پھر کروں کیا کہ بن نہیں آتی — ورنہ میں اور تیہِ ہیمانی [۳۸]
دشت گردی کے شوق نے مارا — ہوں تو دیوانہ لیک زندانی
سوچ سوچ اپنے دل میں ڈرتا ہوں — گو ہوں وسواس ہائے شیطانی
ہے ابھی آرزوئے وصلِ صنم — ہے ابھی حسرتِ ہوس رانی
فکرِ انجام سے ترا ہولی [۳۹] — سن چکا ہوں حدیثِ صنعانی

۳۶۔ صحنِ منی = مکہ معظمہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں حاجی قربانی کرتے ہیں نفسِ امارہ = وہ نفس جو گناہوں کا حکم دے۔ ۳۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح حج بیت اللہ کا عزم کر رہے ہیں اور مومن کو بھی شریک سفر کرنا چاہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس در (در ممدوح) کا شوق جسکی بدولت دولت حج نصیب ہو خانہ کعبہ کے اشتیاق سے بھی زیادہ ہے معاذ اللہ ابھی کعبہ کا یہ اشتیاق ابھی حج سے یہ بے نیازی دیکھو۔ غالب گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں + حج کا ثواب نذر کرونگا حضور کی + ۳۸۔ تیہ ہیمانی = حیرانی اور سرگردانی کا جنگل۔ ۳۹۔ صنعان۔ ایک بزرگ کا نام ہے جو سفر حج کے دوران میں غرور نفس سے گمراہ ہو کر راہ راست سے پھر گئے تھے مگر آخر میں ہدایت غیبی پھر دستگیر ہوئی مطلب یہ ہے کہ اندیشۂ انجام کی وجہ سے عزم حج سے قاصر ہوں کہیں صنعان کیطرح میں بھی مبتلائے معاصی نہو جاؤں کیونکہ ابھی دل میں حسرت ہوس رانی باقی ہے۔

بعد یک چند گر خدا چاہے   مین ہون اور تیرے در کی دربانی

آکے اس بزم مین دکھاؤن گا   شعلہ ہائے خرد کی نیرانی

میرے سینہ کے صفحہ مین ہی رقم   علم دانا دلان یونانی

مجھ تلک پہونچے ہین اب وجد سے   در ناسفتہ نکتہ ہائے لقمانی

مہر افلاک عقل و دانش ہون   فوزنی ہے مری درخشانی

نسر[۴۵] طائر کو سمجھے ہے لیے پر   مرغ فکرت کی بال جنبانی

وہ خردمند ہون کہے ہے مجھے   عقل اول حکیم لاثانی

مین روش دان حکم پر جیسی   مین ادا فہم سیر کیوانی

ہون وہ غواص جسکے ناخن مین   حرکات عروق شریانی

آئینہ ہے صفا سے دل میرا   کیا ہوا گر نہین ہے حیرانی

میرے خامہ کے جوش گریہ سے   روئے دیتا ہے ابر نیسانی

سامنے میری تر زبانی کے   نطق الکن[۴۶] حدیث سحبانی

میرے ربط کلام کو پہونچے   نثر سعدی[۴۷] نہ نظم سلمانی

---

۴۵ - نسر = گدھ۔ آسمان پر دو ستارے ہین جو گدھ سے مشابہ ہین۔ اونمین سے ایک (نسر طائر) اڑتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور دوسرا (نسر واقع) گرتا ہوا نظر آتا ہے۔

۴۶ - نطق الکن = ہکلے کی گفتگو۔ حدیث = بات۔ سحبان بن وائل فصیح عرب کا ذکر اوپر گذرا۔

۴۷ - شیخ سعدی رح شیرازی کی نثر گلستان شہرۂ آفاق ہے اور دنیا کی متعدد زبانون مین ترجمہ کی جا چکی ہے۔ سلمان ساوہ کا ایک مشہور شاعر تھا جسکے قصائد جواب نہین رکھتے۔ آیندہ شعرون مین خاقانی۔ انوری۔ خسرو۔ کمال مشہور اساتذۂ فارسی کا نام ہے جنکی تفصیل غیر ضروری سمجھی گئی

جانفزائی مرے سخن کو دیکھ ۴۳ — سم گئے خضر آبِ حیوانی

ہے مرے زاغِ ۴۴ خامہ کی نغمہ سری — صد صفیرِ ہزار دستانی

میرے گوہر تمام نا سفتہ — میرے یاقوت سب بدخشانی

[illegible] نگارِ تخیل ۴۵ سے — سیمیا گر ہے روحِ نفسانی

ہوں وہ سرمایۂ بلاغت فن — جس کے در کا گدا ہے خاقانی

الغرض کیے بیان ہیں مرے کمال — میری تقریر کی سی تابانی

[illegible] کا شعر ہر بار سے گئی — دیکھ خسرو مری قلم رانی

میری [illegible] ہند کو ہے — رونقِ سرمۂ صفاہانی

آج ہوتا کمال تو کہتا — اب تخلص سزا ہے ۴۶ نقصانی

موہن اب ختم کر دعا پہ سخن — تا کجا لا فہائے طولانی

جب تلک ہے ایسا نشاط و ملال — ہے وصال و فراقِ جانانی

۴۳ ۔ دیکھ = دیکھ کر۔ سم گئے = زہر سمجھے۔

۴۴ ۔ میرے قلم کی ہلکی سی آواز بھی بلبل کی ہزار خوش الحانیوں کا جواب ہے۔ قلم کو زاغ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۴۵ ۔ سیمیا گر = وہ شخص جو علم سیمیا جانتا ہو۔ سیمیا ایک علم طلسم ہے جس میں موہوم اشیاء اصلی نظر آتی ہیں۔ شعبدہ بازی۔ روح نفسانی نفس ناطقہ یا عقل کو کہتے ہیں۔ روح جو عالمِ خیال میں طرح طرح کے شعبدے دکھاتی ہو وہ اصل میں میرے تخیل کی نیرنگی کا طفیل ہے۔

۴۶ ۔ سزا ہے = لائق ہے۔

تیرے حسنا کو رنج ہو نا گوارا | تیرے احباب اور تن آسانی
تیرا اقبال جو روز افزون ہو | جیسے مومن پہ لطف رحمانی

قصیدہ در [illegible] اور رباعیہ [illegible]

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری[1] | کثرت دود سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری
چشم ستارۂ سحر لون زحل سے ہے سیاہ[2] | دشنۂ ترک چرخ سے تیز نگاہ مشتری
خط بیاض صبح وہ شعلۂ شمع اور سپید | تابش سے جیسے آب ہو آئینۂ سکندری
یوں ہوا ہے کوئی یار خانہ خراب جان گیا | خاصۂ شمال میں سموم باد صبا میں صرصری[3]
ساتھ ہے سوز و دلخراش گریہ فزا و غم | نغمۂ نوک ہے تبسم خندۂ گل طری[4]

۱ = تیرہ اختری = نصیبہ کا سیاہ ہونا - بدقسمتی - شمع خاوری = آفتاب - دود کا لفظ تیرہ اختری کی مناسبت سے استعمال کیا ہے -

۲ - شاعر طالع کی واژون اختری کا رونا روتا ہے اور کہتا ہے کہ عجب انقلاب ہے کہ چشم ستارۂ سحر (زہرہ) رنگ زحل سے زیادہ سیاہ ہے - اور نگاہ مشتری خنجر ترک چرخ (مریخ) سے بڑھکر تیز ہے یعنے سعد ستاروں میں قلب ماہیت ہوکر میرے حق میں نحوست کا اثر پیدا ہو گیا ہے - زہرہ کو اہل تنجیم سعد اصغر اور مشتری کو سعد اکبر کہتے ہیں - اسی طرح مریخ کو نحس اصغر اور زحل کو نحس اکبر مانتے ہیں چشم کے لیے سرمہ اور ترک کے واسطے دشنہ کی رعایت ظاہر ہے -

۳ - باد شمال میں گرم لو کی اور صبا میں اندھی کی خاصیت مضمر ہے خانہ خراب یعنی خانہ خراب کن استعمال کیا ہے اور یہ مومن کے مجتہدانہ تراکیب میں سے ہے - ۴ - ماحصل یہ ہے کہ پھولوں کے ہنسنے اور بلبلوں کے چہچہے بجائے خوش آیند ہونے کے ناگوار گذرتے ہیں - طری = تر و تازہ - تری غلط معلوم ہوتا ہے

مجھکو فغان سے کام اور ذکر مین اہل خانقاہ ۔ دیر مین شور نبید خوان میکدہ مین نواگری
چارہ گر فلاح ہے زمزمۂ حی علی الفلاح کا ۔ بدظنیون سے عذر لنگ شدت ضعف لاغری
شعلۂ شمع سے فزون چہرہ مرا زریرگون ۔ رنگ شفق سے بیشتر گریہ مرا معصفری
رشک فزا ادھر صحبت ساکنان قرب ۔ پستی بخت کو دکھائے گھر کی بلند منظری
صبح مری شب ادھر بعض شب اولین گرو ۔ زور گداز بیم شام سختی روز محشری
تنگ سما سکا مرا ایسکہ جہان تنگ ہین ۔ چرخ مین یہ محدبی آگئی اور مقعری
صبح کی جبہ بہار ہے ساقی غنچہ لب ہے پاس ۔ مے سے عذار لالہ رنگ لب ہے مذاق شکری

۵ ۔ حی علی الفلاح (بہبودی اور فیروزی کی طرف آؤ) بدظنی = بدگمانی ۔ موذن حی علی الفلاح کہتا ہے مگر مومن اپنی تیرہ اختری کے ہاتھون اسقدر مایوس ہے کہ اوسکو اپنی فلاح کے حصول مین شبہ ہے ۔ لہذا وہ نماز کے لیے شدت ضعف کا جھوٹا عذر پیش کرتا ہے۔

۶ ۔ زریرگون = زریر کے رنگ کا ۔ زریر ایک گھاس ہوتی ہے جسکا رنگ سبز مائل بہ زردی ہوتا ہے ۔ معصفر = کسم کے رنگ کا ۔ سرخ

۷ ۔ گھر کے منظر بلند (بالاخانہ) پر چڑھکر جب نیچے نگاہ ڈالتا ہون تو پستی بخت نظر آتی ہے یعنے ہمسایون کا طرز زندگی دیکھکر اپنی حالت سے موازنہ کرتا ہون اور رشک سے جلتا ہون ۔

۸ ۔ ادھر شام کے خوف سے قوت زائل ہوئی جاتی ہے اُدھر دن کی شدت قیامت کا نمونہ ہے زور گداز خاص ترکیب ہے ۹ ۔ کرہ کی بالائی سطح کو محدب کہتے ہین اور اندرونی سطح کو مقعر ۔ ۱۰ مذاق = ذائقہ ۔ شکری = شیرین ۔

ہر حرکت[۱] محرکِ شوق و مہیجِ ہوس	قلقلِ شیشہ قاہ قاہ مطربِ طرفہ زیوری
بسترِ گل پہ خوابِ خوش سر خوشیٔ نشاطِ خواب	عطر لباس سے گلاب جسم و دماغ کی تری
رطلِ[۲] گران دمِ صبوح مستیٔ شبینہ روح	سر بسر اہتزازِ طبع رنجِ خمار سرسری
عطرِ مشام[۳] حورِ عین نہ فلکِ نو آفرین	ادخنہ و بخور سے عنبر و بان مجمری
ایک سے ایک کامیاب جنبشِ جام سروران کتاب	ایک طرف شرابِ ناب ایک طرف گزک دھری
جب نہ رہے طمع تو کیا خلد میں گھر ملے اگر جنا	قصر زبرجد و مئے لعلی و جام گوہری
میرے یہ بخت ہائے بخت ایسے نصیب (نصیبا) یا!	چارۂ پاسِ امیدِ حشر مرگ علاجِ مضطری

۱ـ ہر ایک حرکت شوق کو بیقرار کرنے والی اور ہوس کو جوش میں لانے والی ہو۔ اور شیشہ میں شراب کی آواز قہقہہ لگانے والے مطرب کے نغمہ سے مشابہ ہو۔

۲ـ رطلِ گران = پیمانہ کلان۔ صبوح = وقت صبح و شراب صبح۔ اہتزاز = خوشحالی سلسلۂ کلام یہ ہے کہ صبح کی بہار اور زندگی کا لطف جب ہی کہ ہے اور وہ سامان عشرت بہم ہوں ابھی روح رات کی شراب کے کیف سے مست ہو کہ صبح کو نیا دور شروع ہو طبیعت مجسم سرور ہو جائے اور خمار کی تکلیف اگر ہو بھی تو سرسری طور پر محسوس ہو۔ امتیاز غالباً عدم امتیاز کا تب ہے۔ اہتزاز مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۳ـ ادخنہ = جمع ہے دخان کی یعنی دھواں۔ بخور = دھونی۔ بان = ایک خوشبو کا نام مجمر = انگیٹھی۔ انگیٹھی میں جو عنبر و بان سلگائے جائیں ان کی دھونی کی کثرت سے اور تیرے تو آسمان پیدا ہو جائیں اور حوروں کے دماغ کو ان سے عطر کی سی طراوت محسوس ہو۔

طولِ امل کی حد نہیں ساز طرب کیا بنے [14] — پادشہی جہان ہو کم حیف وہان قلندری
یان گئے ہوئے نہ وان کہ ہم جیسے فقیر بے نوا — بندگی خدا تو ہو گر نہ ہو صاحب افسری
چرخ نے جیسے جیتے جی کین پدری عنایتیں — خاک کریگی بعد مرگ ویسی ہی مہر مادری
عشق [15] عیان کا کیا بیان حسنِ ہنر رہا نہان — قمری نالہ کش زبان میری ہے دل صنوبری
وہم بیرون شدن خیال - قید سے چھوٹنا محال — یان سے گریز کیا مجال - بندِ گران پہ بیڑی
چھوٹ بھی گئے تو راہ بند جائے کجا لا مکان — کوئی عجب طلسم ہے گنبد چرخ چنبری
رغبت [16] وصل پر حذر یار کو ہائے ہائے ہے — نہ اُسے طاقت قرار نے ہوس ستمگری
کل سے زیادہ آج ہے غم کی فراہمی مباد — آج سے کل زیادہ ہو حال کی اپنی ابتری

[14] طول امل - آرزوؤں کی کثرت - افسوس جسکے نزدیک بادشاہی حقیر ہو اسکو فقیری نصیب ہو۔

[15] - شاعر نے اپنے عشق عیان کی رعایت سے اپنی زبان کو قمری نالہ کش اور حسن نہان (ہنر) کی بنا پر اپنے دلکو صنوبر قرار دیا ہے - قمری کا عشق صنوبر کے ساتھ مشہور ہے - مطلب یہ ہے کہ ادھر تو عشق کے ہاتھوں تباہ رہا اُدھر حسن ہنر کی بیقدری کی بدولت گمنامی نصیب ہوئی - یوں سمجھیے کہ میری زبان قمری کیطرح نالان ہے اور میرا دل جو صنوبر کیطرح ہے نہان ہے شعر میں لف ونشر مرتب ہے - واضح رہے کہ صوفیائے کرام نے دل کو صنوبر کی صورت مانا ہے -

[16] وصل پر حذر سے غالباً وصل رقیب کیطرف اشارہ ہے یعنی افسوس محبوب کو رقیب سے ملنے کی تمنا ہے اب نہ اُسے قرار کا یارا ہے نہ ظلم کرنے کی خواہش میرے ناقص خیال میں یہ شعر خاص طور پر کاتبوں کی عنایت کا زیر بار احسان ہے کہیں مومن کی روح شرمندہ نہ ہو۔

چرخ[۱۷] سے تنگ اور ایک جزوِ ضعیف چرخ ہے — طالع دون خراب ہو آپ کرے جو یاوری
نالہ[۱۸] سے میرے گرم خشک زہرہ و ماہ کا مزاج — گریہ سے میرے سرد تر طبع بروج آذری
جانِ جہان کو دل دیا دشمنِ جان ہوا جہان — سر میں ہوا نظر میں یاس سینہ میں آرزو بھری
یک دل و گونہ گونہ زخم - یک تن و فوج فوج غم — یک جگر و ہزار نیش - یک سر و صد گرانبری
جور سہوں وفا کروں حق وفا ادا کروں — یہ نہ کروں تو کیا کروں قہر ہے عشق و بیدری
قدر ہنر کو چاہیے عقل و تمیز و درک و فہم — دست کشادہ دل فراخ منعمی و تونگری
سوا امرائے عصر تو بے خرد اور جہل دوست — بخل کے ساتھ ہر جگہ جمع بھی و خری
ایک[۱۹] جہان میں فیض رواں سو وہ برغم آسمان — آج یہاں ہے کل وہاں واہ کمال داوری

۱۷ - آسمان مجھ سے برسرِ پرخاش ہے اس صورت میں اگر میرا اختر طالع میرے موافق ہو بھی جائے تو بھی بے سود - کیونکہ میرا ستارہ جو آسمان کا ایک حقیر جزو ہے آسمان کی دشمنی سے خود تباہ ہو جائے گا -

۱۸ - زہرہ اور قمر کا خاصہ سرد مانا جاتا ہے مگر میرے نالۂ آتشین کے اثر سے دونوں کا مزاج گرم و خشک ہو گیا ہے - اسی طرح میرے رونے کی خاصیت سے بروجِ آتشی کا مزاج سرد تر بن گیا ہے -

۱۹ - برغم آسمان = آسمان کی ضد پر - کیونکہ آسمان نہیں چاہتا کہ ممدوح کا فیض عام ہو - مگر شاعر کے نزدیک جبکی یہ خواہش ہے کہ مجھی پر مخصوص کرم ہو یہ مصیبت ہے کہ ایک منعم ہے کس کس پر احسان کرے -

راجہ اجیت سنگھ نام کام رونما عطا نام — جور[20] سے جسکے ہے نظام کارجہان کی ابتری
فیل نشین بنادیا خاک نشین کو اسنے اب — خاک نشین فلک کو زیب لاف و گزاف برتری
چین سے زر۔ عدن سے در۔ کان سے لعل و گوہر لیے — بسکہ جہان مین شہرہ ہے اسکی غریب پروری
دست گہرفشان سے وہ نامہ اگر کرے رقم — دام[21] ہما ہو حسرت مرتبۂ کبوتری
لیتے[22] ہوئے گرائے جو بار عطا سے لعل و در — کلبۂ خاکروب ہو جیسے دکان جوہری
حاتم و معن پائمال اسکے صف نعال[23] ہین — صدر نشین بزم کام بخشی و فیض گستری
لعل[24] لب اسکے درفشان جیسے گہرنثار دست — جائزہ کم نہ آفرین دونون مین ہے برابری

۲۰ ۔ کارجہان کی ابتری کا نظام بگڑ گیا ہے یعنے ابتری دور ہوکر حسن انتظام کا دور دورہ ہے۔ اسلوب بیان کی ندرت ملاحظہ کیجئے۔

۲۱ ۔ اُس نامہ بری کے شوق مین ہما کو کبوتر بننے کی حسرت ہو۔ گویا یہ حسرت ہما کے لیئے جال کا کام دے اور اُسکو پھانس کر لائے۔ تاکہ ادسے ممدوح کے قاصد بننے کی سعادت حاصل ہو۔

۲۲ ۔ کلبہ = گوشہ دکان ومکان ۔ جب ممدوح کسی کو لعل وگہر دیتا ہے تو اُسکی بخشش اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ بہت جواہر سائل کے ہاتھ سے زمین پر گر جاتے ہین جنکی بدولت خاکروب مالا مال ہو جاتا ہے۔

۲۳ ۔ صف نعال = محفل کی آخری صف جسکے قریب نعلین اتاری جاتی ہین۔

۲۴ ۔ ممدوح اپنے مداحون کو انعام اور داد دونون یکسان دیتا ہے کیونکہ جیسے اُسکے ہاتھون سے گوہر برستے ہین ویسے ہی اُسکے منھ سے موتی جھڑتے ہین۔ لف ونشر غیر مرتب ہے۔

۲۵ یک شبہ خرچ بزم کا نصف خراج نیمروز | بخششِ ہفتہ حاصلِ دولت ہفت کشوری

۲۶ ایک جہان گدائے در اور وہ سب کا معتقد | بے طمعی سے شیخ وقت جسکا سوال آپیری

دُرِ کرم مین اُسکے لعل خشکی لب کا ہے بہا | دُرِ یتیم کو بکے چشم نسیم کی تری

۲۷ اس سے زیادہ اور کیا ہووےگی بخشش و عطا | کم رہے اکثرون سے ملک بیش نہ ہو مقرری

۲۸ رونق لولیان بزم دیکھکر اوسکی جود سے | تیرہ نگاہ بسکہ ہے لولی چرخ چنبری

ق

گر ہم دعائے باز گشت شکلِ بشر مین ہوکے | بہرِ حصول زیور و چارۂ رشکِ زہری

۲۵ - اُسکی بزم کا ایک رات کا خرچ ولایت نیمروز کی مالگذاری کا نصف ہے اور اوسکی ایک ہفتہ کی بخشش حکومت ہفت اقلیم کے برابر ہے - میری فہم ناقص مین ذائدہ کا لفظ بے فائدہ ہے دولت چاہیئے -

۲۶ - معتقد = اسم مفعول یعنی جسپر سبکو اعتقاد ہو - دنیا آپ کے دروازے کی فقیر ہے اور آپ سب کے مرجع عقیدت - حتے کہ جو شخص آپ کے در پر فقیری مانگتا ہوا آیا تھا اوسکو منھ مانگی مراد ملی یعنے اتنا دیا کہ اب سائل کو طمع نہین رہی اور وہ اپنے زمانہ کا شیخ (پیر) کہلانے لگا -

۲۷ - مقرری = سرکاری مالگذاری - مطلب یہ ہے کہ ملک گیری سے احتراز کرنا اور مالگذاری مین اضافہ کرنا ممدوح کے ایثار کی بنا پر ہے - عصمت بی بی از بے چادری نہین

۲۸ - لولی = مطربہ - لولی چرخ = ستارہ زہرہ - ممدوح کی توجہ و نوازش سے لولیان محفل کی رونق دیکھکر زہرہ کو رشک ہوتا ہے اور اس غم سے اوسکی آنکھون مین دنیا تاریک ہے اس لیئے شریک بزم ہونے کی خاطر زہرہ پھر دنیا مین بہ صورت انسان آنے کی خواہشمند ہے -

۲۹ اوسکے ادیم حشمت و مائدہ جلال پہ	خستہ ذُباب کی طنین طنطنۂ سکندری
۳۰ جوشِ طراوتِ مشام وجہِ عطاسِ عز وجاہ	لطفِ نسیم مشک بیز خلق شمیمِ عنبری
۳۱ بوسہ روا بہر طریق سجدہ وفرق ہر فریق	سنگِ در اوسکا اک صنم رشکِ بتانِ آزری
تو وہ بہارِ باغِ حسن جسپہ کرے نثار جاں	لالہ رخی سہی قدی گلبدنی سمن بری
لب کو مثال کس سے دوں لعل و عقیق بے مزا	گل ہیں کہاں یہ نازکی گل ہیں کہاں یہ احمری
۳۲ چشم کا تیری امتیاز روح فزا نظر فزا	گریۂ مستی و نگاہ روح گلاب و عبہری

۲۹ - ادیم = چمڑا - مجازاً دسترخوان - مائدہ = دسترخوان - خستہ ذباب = عاجز مکھی طنین = بھن بھناہٹ - طنطنہ = دبدبہ -

۳۰ - ممدوح کا لطف مشک بیز ہوا ہے - اور اوسکا خلق عنبر کی خوشبو ہے - جوشِ طراوت مشام کا تعلق لطف سے ہے اور وجہ عطاس عز وجاہ کا خلق سے - غرض یہ ہے کہ لطف کی ہوا سے دماغ کو تازگی ہوتی ہے اور خلق کی خوشبو سے عز وجاہ کو چھینک آتی ہے قاعدہ ہے کہ تیز خوشبو سے چھینک آیا کرتی ہے اور چھینک آنے سے دماغ کو تفریح ہوتی ہے عطاس = چھینک -

۳۱ - بوسۂ سنگ در (جس کو بت قرار دیا ہے) ہر مذہب میں جائز ہے البتہ سجدہ میں اختلاف ہے - آزر بت تراش حضرت ابراھیمؑ کے باپ یا چچا کا نام ہے یہ تشریح جدید مومن کی بدعت ہے -

۳۲ - تیری آنکھ کی ساخت روح و نظر کے لیئے باعث قوت ہے - گریہ مستی کے وقت تیری نگاہ کا یہ عالم ہوتا ہے گویا نرگس زرد (عبہر) میں روح گلاب ہے -

۳۳ فصل بہار بعد یاس کس لیے غنچہ بن کے پھر کھلا
[illegible] گر نہ تھی گل کو امید ساغری

۳۴ جمع ہیں تجھ میں عدل و حسن [illegible] خراب ہیں
مست ہے خود ہی شراب [illegible]

۳۵ اطلس چرخ زیر گرد جوش [illegible]
آتش [illegible] آب پیکری

۳۶ تو وہ سوار یکہ تاز عرصۂ رزمگاہ میں
جامہ دریدہ جسکے ساتھ قطرہ زنی سے صفدری

۳۳۔ فصل بہار میں یاس (خزاں و پژمردگی) کے بعد مرجھایا ہوا پھول از سر نو غنچہ بنا ہے تاکہ پھر پھول بن کر تیری بزم میں ساغر ہونے کا شرف ملے۔ گل ساغر سے مشابہ ہوتا ہے۔

۳۴۔ ممدوح میں عدل و حسن دونوں صفتیں جمع ہیں۔ لہذا جو اسباب کسی شے کی بربادی کے ہوتے ہیں آپ ہی برباد ہیں جس کی وجہ سے شراب خود اسکی خرابی سے مست ہے اور یہی خود اسکی بے ہوشی پر مٹی ہوئی۔ اس لیے شراب اور میکدہ جو خانہ برانداز عالم تھے معطل ہوگئے۔ اور یہی تقاضائے عدل ہے۔

۳۵۔ اس شعر میں سہو کاتب سے تقدیم ہوگئی ہے۔ دراصل یہ توسن کی تعریف سے موخر ہونا چاہیے مطلب یہ ہے کہ ممدوح کی سواری دیکھکر رشک کی وہ ہوا چلتی ہے کہ اطلس چرخ بھی غبار سے اٹ جاتی ہے اور ستارہ ان کو اپنے وجود سے اسقدر شرمندگی ہوتی ہے کہ ان کا دل جلنے لگتا ہے۔ اطلس چرخ = عرش اعلی۔ آب پیکر = ستارہ۔ شعر میں چاروں عناصر کا نام آگیا ہے۔

۳۶۔ قطرہ زنی = تیز رفتاری۔ تو میدان جنگ میں ایسا یکتا سوار ہے جس کا کوئی ساتھ نہیں دے سکتا۔ حتی کہ صفدری (شجاعت) بھی تیرے ساتھ دوڑنے میں عاجز رہ جاتی ہے۔

توسنِ بادپا ترا روزِ وغا لگا اڑ دے — صرصرِ عاد کی ہوا دم میں دکھا کے صرصری

سیرِ ریاض میں نسیم سطح ہوا پہ بوئے گل — عرصۂ بحر طے کرے آن میں پے شناوری

۳۷ روزِ نبرد گرچہ ہو خصمِ جبان کے زیرِ راں — توسنِ برتریں فلک تو بھی نکال جان بری

اس تگ و دو کو کیا کہیں چرخ پر اک جستیں — نیم قدم پہ رنگ لی طائری و لنگاوری

۳۸ ہائے سبک عنانیاں واہ گراں رکابیاں — گاہ غزالِ چین ہے وہ گاہ پلنگ بربری

۳۹ مجھ سے مدح سنج کا پیکِ خیال گر نہ ہو — شاہ سوار کیا کرے کس سے ہو ادائے چاکری

۴۰ کر دیے دشمن اس لیے تو نے زبون سرنگوں — سجدہ گہِ صفات پر تا کہ ہو نیک مضمری

۴۱ تختۂ حریف کا تباہ حال و تغیر کعبتین — نیل مرام و ششدر جہت مہرہ و قید ششدری

۳۷ - جبان = بزدل۔

۳۸ - شعر میں لف و نشر مرتب ہے۔ بربر = افریقہ کا ایک ملک جہاں کے چیتے مشہور ہیں

۳۹ - ممدوح کے توسنِ تیز رفتار کی خدمت اگر کسی سے ہو سکتی ہے تو میرے (شاعر کے) پیکِ خیال ہی سے ہو سکتی ہے۔ مومن نے اپنے تخیل کو ایک قاصد تیز رو فرض کیا ہے۔

۴۰ - تو نے دشمنوں کو اس لیے سرنگوں (پست) کیا ہے کہ اُن کی صفات پر تیری نیک خوئی کے سامنے سجدہ کریں۔ سجدہ میں صورۃً سرنگوں ہونے کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

۴۱ - ممدوح کے دشمن کا حال چوسر کے پانسوں کا سا ہے جو بدلتے رہتے ہیں اور اسکے (دشمن کے) حصول مقصد اور ششدر جہت (دنیا) کی مثال ایسی ہے جیسے مہرہ اور قید ششدر جس سے مہرہ کا نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ شعر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

جس[۴۲] نے مقابلہ کیا ۔ یکگری سے چل دیا | کیا کھلے ایک حملہ مین گرچہ کھلے دلاوری
چرخ[۴۳] سے کم تو کیا ہو وہ خود جو ضرب گرز کے اٹھا لے | حربہ سے پہلے سر شکن ہر عدو پہ مغفری
ساکن بحر و بر تمام رام نہ ہون تو کیا کرین | تیغ مین یہ ہنگی اور طبع مین ہے غضنفری
افعی رمح سینہ کو چیر کے دل نکال لے | مار سیاہ زلف سے ہو نہ سکے یہ دلبری
بال دو پر فرشتہ موت ہین یا پر خدنگ | دشنہ ز تشنہ قضا یا ترے تیر کی سری
خندہ[۴۴] برق تیغ مین گرمی مہر ماہ تیر | گریہ زخم تیر مین جوش سحاب آذری
شہرت ظلم و جور سے دور مین تیرے کیا عجب | ہفت[۴۵] پدر اگر ہم ترک کرین برادری
رونق بزم و عزم رزم فر جلال و قدر جاہ | تو نے بنہایت کمال جمع کیے نہ سرسری
سینہ پہ روئے دلبران بر مین قبائے ریشمی | پاؤن پہ فرق سروران سر پہ کلاہ سروری
اسقدر[۴۶] اعتبار پر اسقدر انقلاب حال | یعنے ترے خدم کے ہین طالع و بخت سنجری

۴۲ ۔ جب دشمن کا کام ایک ہی حملہ مین تمام ہو جاتا ہے تو ممدوح کو اپنا زور شجاعت دکھانیکا پورا موقع کیونکر ملے
۴۳ ۔ ممدوح کے گرز کی ضرب اٹھانے کے لیے اگر کوئی خود (آہنی ٹوپی) ہو بھی تو آسمان کے برابر تو ہو
اس صورت مین ممدوح کا مدعا حاصل ہے کیونکہ دشمن کی سر شکنی کے لیے اسقدر وزنی
مغفر ہی کافی ہے اسے ضرب گرز کی کیا ضرورت ہے ۔ مغفر = خود ۔
۴۴ ۔ تیر ایک فارسی مہینہ کا نام ہے جو ساون کے مطابق ہے ۔ سحاب آذری = ماہ آذر (چیت) کا ابر و باران
۴۵ ہفت پدر = ہفت آسمان جو آباے علوی کہلاتے ہین ۔ ضد امہات سفلی ۔
۴۶ سنجر سلجوقیون کا ایک ذی الشان فرمانروا گذرا ہے جو آخر زمانہ حکومت مین ترکمانون کے
ہاتھ [illegible] حالات مین [illegible] خدم = جمع ہے خادم کی۔

ہے ترے در پہ منحصر اب جو شرف تو جائے ننگ [۴۷]	ماہ کو بیت زہرہ - اور زہرہ کو بیت مشتری
بسکہ خلف محال تھا ہو گئی نسل منقطع [۴۸]	ذات پہ تیرے اسقدر ختم ہے پاک گوہری
ہے خرد مجسم و نکتہ نواز قدر دان	دیکھ نگاہ غور سے تو مری نکتہ پروری
شاعر بے نظیر ہوں سحر بیان دبیر ہوں	دم ہے مرا نمونۂ معجزۂ پیمبری
سحر حلال سے مرے جادوئے سامری خجل [۴۹]	طور کلیم اوج فکر - نور خدا فسوں گری
لاف زنی ہیں یہ رسم قدیم کیا کروں	اس غم تازہ سے نہیں مجکو امید جانبری

۴۷ - نجومیوں کے نزدیک ماہ کا زہرہ کے ساتھ اور زہرہ کا مشتری کے ساتھ قران (اجتماع) سعد سمجھا جاتا ہے - لیکن اس دور میں شرف و سعادت صرف ممدوح کی آستان بوسی پر موقوف ہے -

۴۸ - خلف = نائب و جانشین - آپکی ذات اسقدر پاکیزہ ہے کہ جانشین آپکا ہم پایہ نہیں ہو سکتا تھا جو صحیح معنوں میں خلف کہا جا سکے - اس لئے آئندہ کو نسل ہی منقطع ہو گئی - معلوم نہیں کہ اسکو مدح کہا جائے یا ہجو ملیح -

۴۹ - سحر حلال سے مراد شاعری ہے - سامری ایک ساحر کا نام ہے جس نے حضرت موسیٰ کی قوم کو گوسالہ کی پرستش پر آمادہ کیا تھا اور بعد کو حضرت موسیٰ کی بد دعا سے مبتلائے عذاب ہوا تھا - مدعا یہ ہے کہ میری شاعری سحر سامری کو شرمندہ کرتی ہے - میں ایسا کلیم (لقب حضرت موسیٰ) ہوں جسکا طور اوج فکر (بلند پروازی خیال) ہے اور وہاں انہیں نور الٰہی کی تجلی ہوئی تھی یہاں مجھ پر فسوں [illegible]

کفر حکایتِ غرور اور اسکے بغیر یہ محال[۵۰] — تا متنبّی و جریر عار ہے مجکو ہمسری

میری زبان مین وہ بات جسسے ملکِ سخن پہ سیٹ — میرے بیان مین وہ سحر جسسے جنون زدہ پری

جبرِ لیٔ عقوبتِ تازہ موکلانِ قہر[۵۱] — بسکہ مرے حسد سے ہے تیرہ روانِ انوری

مجکو یہ گل زمین پسند آگئی اتفاق سے[۵۲] — مزرعِ غیر مین کیسے ورنہ سرِ کدیوری

تانِ گدا یہ رغبتِ شاہِ جہان غلط غلط — باہمہ برتری دروغ آرزوئے فروتری

اب نہین کی ہے اختیار نظم کو مین نے یہ زبان — آپ ہین لب پہ بوسہ زن سندیٔ تازیٔ دری

باغ مین اپنے ہر شجر تا بہ چنار و سرو و بید[۵۳] — اول و آخر بہار باد فروشِ نوبری

۵۰ ـ غرور کی باتین کرنا میرے نزدیک داخل کفر ہے ـ مگر دشواری یہ ہے کہ بغیر اسکے اپنا اظہار کمال جو سنت الشعرا ہے محال ہے ـ بات تو یہ ہے کہ متنبی و جریر جیسے عرب کے مشہور شاعرون سے بھی برابری مین اپنی کسرِ شان سمجھتا ہون ـ اصلاً مومن اپنی تعریف کو غرور نہین بلکہ امرِ واقع جانتا ہے ـ

۵۱ ـ چونکہ میرے حسد سے انوری کی روح تیرہ و تاریک ہے اس لئے فرشتگانِ قہر انوری کو نئے نئے عذاب دیکھ دیکھکر حیران ہین ـ یعنی میرا حسد ہی اوسکی جان کے لئے عذاب تازہ پیدا کرتا رہتا ہے ـ

۵۲ ـ کدیوری = کاشتکاری ـ سر = خیال ـ اس زمین مین اکثر شعرائے سلف نے طبع آزمائی کی ہے اس لئے اسکو مزرعِ غیر کہا گیا ـ

۵۳ ـ میرے باغ (سخن) مین ہر درخت خواہ وہ چنار ـ سرو یا بید ہی کیون نہ ہو بہار کے اول و آخر (ہمیشہ) اپنے پھل لانے والا ہے ـ یعنی سب سدا بہار ہین اور بار آور ـ

۵۴ لذت مدح جانفزا تلخی ہجو تاب کاہ — شہد ہے یاں تو شہد ناب صبر ہے تو سقوطری

۵۵ سیری طلاقت لسان میری فصاحت کلام — چارۂ صد رہ آزما ازپے گنگی و کری

۵۶ میرے معاند و حسود ہرزہ ستائے رفتگان — ہاجی خویش و بے خبر مست بلکہ کف آوری

ہیں یہ سگانِ جیفہ خوار نغز سخن سے بے نصیب — کافرِ استخواں پرست طرفہ سگی و کافری

ہیں وہ شہِ سریرِ فضل جس کے خطیب کیلئے — اوج و حضیض آسماں پست و بلند منبری

۵۷ فرطِ حجاب سے نہیں گرچہ لباس کا خیال — تو بھی تو بکرِ فکر کو ننگ ہے زہرہ معجری

۵۸ قیمتِ حسن یوسفی میرے سخن کا رونما — ہے تو وہ جنس جس کی بیع پایہ فزائے مشتری

---

۵۴ - میرے مدحیہ قصیدے روح کو تازگی بخشتے ہیں اور میری لکھی ہوئی ہجویں ہمت توڑ دیتی ہیں میرے پاس اگر شہد (مدح) ہے تو خالص اور ایلوا ہے (ہجو) تو اصلی سقوطر ایک جزیرہ ہے جہاں کا ایلوا (صبر) مشہور ہے ۵۵ چارۂ صد رہ آزما = سو دفعہ کا آزمایا ہوا علاج - میری گویائی گونگے پن اور بہرے پن دور کرنے کا مجرب علاج ہے -

۵۶ - میرے مخالف جو شعرائے سلف کی تعریف کرتے ہیں - اصلاً یہ خود اپنی ہجو کرتے ہیں اور اپنی نالائقی ثابت کرتے ہیں - اور ان کو خبر نہیں - ناحق غیظ کی وجہ سے منہ میں جھاگ بھر لاتے ہیں - جیفہ = مردار - ۵۷ بکر = کنواری - بکر فکر = اچھوتے خیالات - زہرہ معجری = زہرہ کی سی چادر ہونا -

۵۸ میرے جنس کلام کی بیع سے خود خریدار کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے مشتری گاہک - رونما = منہ دکھائی -

حضرت مومن اسقدر لاف اگرچہ ہے درست — طول مقال عیب و شعر جملہ عیوب سے بری

ختم سخن دعا پہ ہو۔ تا نہ اثر مین ہو کلام — اب ہو یہ قصہ مختصر ختم ہوئی سخنوری

تاکہ[59] ہے بیت ہفتمین قوت لولی فلک — تاکہ ہم مین ہے فرح بہر عروس خاوری

تجکو نصیب دولت صحبت نوجوان نگار — تجکو ہمیشہ عشرت تازہ عروس دلبری

تا رہے الفت آذما نازو غرور دلربا — تا رہے آرزو فزا طرز ادائے دلبری

جور[60] پہ تیرے جان نثار غارتیان دین و دل — وصل سے تیرے کامیاب لب شکران عسکری

تاکہ ہو نوبہار مین قسمت رند مشربان — مستی و بے حجابی و نغمہ زنی و مے خوری

بہر[61] حسود جام زہر ساغر مے ترے لیے — تا نہ ہو ناگوار طبع تلخی بادہ شکری

رقص و سرود سے تری انجمن نشاط گرم — شعلۂ[62] دود عارض روشن و زلف عنبری

سوے[63] ہزار گوش جان رو کے زمین پہ زر فشان — باغ مین جب تلک اسطرح جلوہ کرے گل طری

تجکو نصیب بزم مین داد دہی صلہ دہی — مجکو مبارک ایکسو مدح گری گدا گری

---

[59] ۔ لولی فلک = زہرہ ۔ عروس خاوری = آفتاب ۔ جب زائچہ کے ساتوین خانہ مین زہرہ واقع ہوتا ہے تو صاحب طالع کے حق مین احکام نجوم موثر ہوتے ہین۔ اور جب نوین خانہ مین سورج ہوتا ہے تو خوشی کا باعث ہوتا ہے [60] عسکر = ایک شہر کا نام جو بصرہ اور فارس کے درمیان ہے [61] شراب مین جو تلخی ہوتی ہے وہ تیری خاطر شیرین بن جائے تاکہ ناگوار طبع نہ ہو۔

[62] ۔ تیری گرمی محفل مین اگر شعلہ ہو تو حسینونکے عارض روشن کا۔ اور دھوان ہو تو زلف عنبری کا

[63] ۔ ہزار = بلبل ۔ گل طری = گل تر ۔ تازہ پھول مصرع اول گل کی جلوہ گری کی کیفیت بیان کرتا ہے